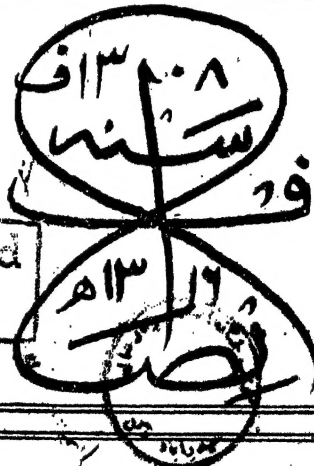


اَللّٰہِیْنَ وَرَبِّ الْعَالَمِیْنَ  
فِی الدُّنْیَا وَ الْآخِرَةِ

یہ ایک رسالہ ہے  
جس کے پورے نصف احباب فصیح اللسان و جلیب لوی و جلیب ناظم صانع و جلیب کاکری  
نہایت درصوبہ دار و جلیب و جلیب متعلقہ ریاست حیدرآباد دکن کے سرکاری پتے پر



سے ناظرین ملاحظہ فرمائیں اور مولف کو دعا و خیر سے یاد

مطبع نایب و جلیب و جلیب و جلیب  
حیدرآباد دکن میں جلیب و جلیب

بسم الله الرحمن الرحيم

حمد کے لائق وہ ذات پاک واحد واجب الوجود ہے جسے صرف بغرض معرفت ذات  
خود تمام عالم کو خلعت وجود عنایت فرمایا۔ جس سے نہ صرف وجود عالم محدود و کم  
ظاہر ہوا بلکہ حکم کُل شے یُعْرِفُ بِأَصْدَادِهَا۔ خود عدم موجود و مبیض  
عدم ہو سو ہو۔ آسمان اللہ کیا وسیع دائرہ ہے ذات وجود مطلق کا جو ہر  
ہے جہات رشتہ اور تخیلی سے جسے اس دائرہ کو زیر نگاہ رکھا ہے وہ اختیار  
کہ اٹھایا۔ اللہ ہمہ دست شمع باللہ ہمہ دست۔ اور حق تو یہ ہے کہ دونی یعنی دوسرے  
وجود کا بھی وجود ماننا منافی اطلاق وجود مطلق کا ہے کیونکہ وجود وجود ثانیہ  
تفرق و تقدیم جبت و تخری ہے اور ذات الہی متکلمین اور صوفیہ دونوں حضرات  
رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک ان عیوب سے بری مسلم ہو چکی ہے۔  
پس اہل انصاف خود توحید اور عین اور غیر کی معرفت اس مقام سے فرما سکتے ہیں۔

منفترق شد آفتاب جانہا + اندرونِ روزن ابدانہا + چون نظر بر قرصِ رشتی خود کشید  
 آنکہ شد مجوس ابدانِ دیرست + اور سزاوارِ اکمل نعت و افضل صلوات و حبیبِ شہ  
 جو نظر اتم جمیع صفاتی اسما حسنی کا ہے حتی کہ اسم ذات کا بھی جسکی خلقت  
 بمقتضائے اولین حرکتِ جُتی ہوئی جو تعینِ اول سے موسوم ہوئی۔ اور دوسرے  
 لفظوں میں نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور بعد پھر رختہ للعالمین و بالنبوۃ  
 رُوفِ رحیم وغیرہ کا خطاب غایت ہوا۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وَاَصْحَابُہ  
 اَجْمَعِیْنَ وَاَعْلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَاَلْمُرْسَلِیْنَ ؕ اَمَّا بَعْدُ۔  
 یہ چند سطور جو اس عاجز نے بیاسِ خاطر چند احبابِ مکرم و معظم عرض کئے ہیں  
 اس سے نہ یہ غرض ہے کہ ناموری ہو۔ نہ یہ مطلب کہ میں مناظرے کے  
 اکھاڑے میں خم ٹھوک کر اُتروں۔ حقیقت میں کچھ توبہ بے بضاعتی مانع ہے  
 اور زیادہ تر کر اہت اسوجہ سے ہے کہ بزرگانِ دین کا قول ہر وقت پیش نظر ہے۔  
 ۵ فوج لشکر لائے احوالتِ بین + ہر یکے با دیگرے در جنگ و کین  
 در نگر و خویش این جنگ گران + پس پشغولی جنگ و گران + اور پھر ارشاد ہوا ہے۔  
 بزرگین دیگرانِ خانہ مکن + کار خود کن کار بگاہ مکن + اور اصل یہ ہے  
 در دستانِ رانبا شد فکر غیر + خواہ در سب برو خواہی بدیر + سچ ہے

جو شخص اپنے حال میں مبتلا ہے اُسکو اتنی فرصت کہاں بہہ تو اُنکا کام ہے جو فکر دنیا سے  
 مستغنی ہو رہے ہیں۔ اور فکر آخرت کیا بلکہ آخرت ہی کو کوئی چیز نہیں سمجھتے۔ یا اُمیاً  
 علیہم السلام کا کام ہے جنگ و مشردہ مغفرت و نوب گذشتہ و آئندہ کا دیدار کیا ہے یا جو  
 مانئین نبی ہیں۔ المختصرہ میں اسکا اہل ہوں اور نہ ہو سکتا ہوں۔ لیکن خیال آزدن  
 دوستان چل سست۔ و کفارہ میں سہل سست۔ میں یہ طور رکھ رہا ہوں وَاللّٰهُ وَلِيّ  
 التَّوْفِیْقِ۔ اسکو کوئی صاحب مناظرہ نہ سمجھیں اور نہ کوئی حضرت اپنے کسی رسالہ وغیرہ  
 کا جواب۔ اگر کسی کے کسی خیال کا رد اس میں نکل آئے تو مآ قال کو دیکھئے مَقَالَ  
 سے قطع نظر فرمائے اور تعصب کو دور فرما کر حشمت انصاف سے ملاحظہ کرے۔  
 یہ تو امید نہیں ہے کہ جنکے دلوں پر اور کانوں اور آنکھوں پر مہر آہی لگی ہوئی ہے  
 اور کلام الہی اور احادیث نبوی میں بالمعنی تحریف کے ارتکاب پر دلیری سے ہرار  
 کر رہے ہیں وہ کچھ اس سے متاثر ہو گئے۔ بلکہ عرض اس سے یہ ہے کہ شاید  
 بعض سیدھے سادے اُن پر یہ مسلمان حقوق نسوان وغیرہ رسائل کو دیکھ کر  
 (جو بالفعل جدید تعلیم کے اُس اثر سے جسکی پیشین گوئی پہلے سے بعض عقلا کے  
 اہل اسلام فرما چکے تھے شایع ہو رہے ہیں) ڈگمگا سنا جائیں اور سمجھ لیں کہ  
 وہ مُضِلّ البغیہی اور خدع ہے۔ خصوصاً شرفاء کی وہ عقل مند عورات جنگو



اتنی بھی استعداد ہو کہ ایسے صرف رسالجات حقوق نسوان وغیرہ کو پڑھا سمجھ سکتی ہو  
 اس تحریر کو دیکھ کر یہ سمجھیں کہ وہ خیر خواہی و دوستی بخیر و چون دشمنی است کا  
 مصداق تھی جس پر عمل ان کے حق میں سم قائل تھا۔ انکی اصل دوستی اور محبت انکی اسی  
 قدیم طریقہ میں ہے جو باقیہ سنت ان کے بزرگان دین و خاندان نے ان کے لئے  
 تجویز فرمایا تھا۔ اور ان کے سیکڑوں برس سے چلا آ رہا ہے۔ بہ خیالات کہ  
 عورات مردوں کے مساوی المرتبہ ہیں مرد ان کے حاکم نہیں ہیں۔ یا یہ کہ  
 چار عورتوں تک مرد کو حکم نہیں ہے۔ یا ہے تو ہکو نہ ہون کی کیا وجہ ہے۔  
 یا وہ عورتوں کو گھورتے پھریں اور زنا کے مرتکب ہوں تو اہل دنیا کے نزدیک  
 سطعون اور قابل ملامت نہ ہوں۔ اور ہم گھر سے نہ نکل سکیں گھر کوں  
 جبر و کون سے بھی نہ جھانک سکیں اور اس سے بڑھنے پر فوراً کشتنی اور گردن  
 زدنی سمجھی جائیں صریح ظلم نہیں تو کیا ہے۔ ہر عاقل عورت سمجھ سکتی ہو کہ  
 ایسی مساوات یا آزادی اسکی عفت اسکی عافیت دنیوی اسکی معاشرت  
 میں جو اسکو عمر بھر اپنے شوہر کے ساتھ کرنی ہے کس قدر مضر ہے۔  
 عورت کی عفت اور عزت میں صرف ایسا ہے کہ ارتکاب فعل زنا کا ہو  
 فرق نہیں آتا۔ ممکن ہے کہ کچھ عورات اس سے بچ جائیں لیکن

اتہام سے بچنا ان کے امکان میں نہیں ہے جو زبان سے خلائق کے متعلق  
 جسکو کوئی بھی نہیں بند کر سکتا۔ خصوصاً اس عہد میں کہ حد قذف ہی جاری  
 ہے نہ حد زنا۔ قصۃ اُنکِ عائشہ صدیقہ اور بُہتانِ عظیم مہرِ محمد علیہا السلام کو یاد رکھیں  
 کہ جب اس سے نہیں بچ سکیں جنکی گواہی خدا نے دی تو دوسری کوئی عورت کی چیز  
 ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی مرد خود ہی فریقتہ ہو اور عورت ہاتھ نہ چمڑ  
 تو اُسکی عزت اور عفت کھونے کے لئے یوں ہی اتہام کر بیٹھے کچھ جھوٹ لگا دے  
 یا کسی موقع پر قابو پا کر دست درازی کرے۔ یا غصہ میں اگر ناک کاٹ لے یا اور  
 کوئی حکم کرے۔ جبکہ اکثر باہر نکلنے والیوں کے نسبت دیکھا جاتا ہی۔ وہ خواہ  
 انکی بدکاری کا نتیجہ ہو کہ خیمہ مرو سے تعلقات پیدا کئے تھے۔ خواہ انکار کا موجب  
 سخت اپنے شوہر کے سوا دوسرے سے راضی نہیں ہوتی۔ اور عاشقِ صبا  
 طیش میں آگئے۔ یہ کہنے کی بات ہے کہ ایسا موقع کیوں دیا جائے کوئی مجرم  
 مرد یا خدمتگار ساتھ رہے گا۔

تجربہ اسکا شاہد ہے کہ ہر امر جب کسی مخالفت قطع ہو اُس میں تھوڑی سی اجازت یا کم  
 دیکھ کر کسی معلم یا بزرگ کا مال جانا آئندہ اُس بُرے کام کی ترقی اور رفتہ رفتہ  
 حد سے منجاور ہو نیک باعث ہوتا ہے اس تجربہ کے رو سے بہ خیال کبھی غلط

نہیں ہو سکتا کہ جب ہوا خوری کے لئے شوہر گاڑی پر سوار کر کے لیجا یا  
 کریں تو پھر بگم صاحبہ شوہر کے بھائیوں کے ساتھ جو بھوپیا یا چا زاد  
 یا ماموں یا خالہ زاد یا اپنے ایسے کن ہی بھائیوں کے ساتھ بھی ہوا کھانے  
 نکلنے پر دلیر ہو جائینگے۔ اور پہلو بہ پہلو ملکہ گاڑی میں تنہا بیٹھنے سے  
 جو اندیشہ ناک خطرے ہیں وہ ضرور باعث بدگمانی شوہر اور دوسرے  
 دیکھنے والوں کے ہونگی جس کا نتیجہ بغض محال کوئی بد فعلی نہ ہو تو دوست  
 دشمن کو بدگمانی اور اتہام کا موقع تو ضرور ملے گا۔ اور اس وجہ کا چھوڑنا  
 عورات کو اپنے دامن عفت سے اور مرد کو اپنی آبرو اور عزت سے  
 ممکن نہیں۔ علیٰ ہذا خدمتگار اور غریب کا ہمراہ لیکر سامان ضروری کے خرید کو  
 نکلنا بھی رفتہ رفتہ اس حد تک پہنچے گا کہ میلے ٹھیلے میں بھی بھر سکی جرئت  
 ہوگی۔ اور جب گھر سے پانوں باہر نکلے اور بازار و نکاراستہ دیکھ لیا تو یہ  
 جرئت کہ بعض وقت کوئی ساتھی نہ ہو اور وہی شکل کھڑے ہو میں کچھ بعید ہیں۔  
 اس کا نتیجہ جو کچھ ہے وہ اُن عقلمندیوں سے جو اپنی لڑکیوں کو خود حفاظت  
 سے پالتی ہیں سیدھی ہو کر سینہ اٹھا کر گھروں کے صحن میں اپنے محرم بھائی  
 اور بھتیجیوں میں چلنا اور بغیر دوسرے آنچل کے دوپٹوں کا اوڑھنا اور چار نکھین

کر کے خصوصاً اپنے محرم مردوں سے بھی باتیں کرنی کی طرح کیسوت جائے  
 نہیں رکھتیں پوشیدہ نہیں ہے۔ چونکہ وہ خود اُسی جنس سے ہوتی  
 ہیں لہذا اپنی جنس نسوان کی رگ رگ سے واقف ہیں اور جوتنے اور  
 جوش مردوں کی مخالفت و تنہائی میں بیٹھنے سے یا ان بیجائیوں کے  
 اطوار اور عادت کے اختیار کرنے سے پیدا ہوتے ہیں یا آئندہ اُنکے  
 پیدا ہونیکا اندیشہ ہے سب جانتی ہیں۔ اور پردہ اور حیا اور ادب اور اپنے محرم  
 مردوں سے جنکے سامنے آنا چاہئے اُنکی سامنے چلنے پھرنے گفتگو وغیرہ کی تعلیم فرماتی  
 ہیں۔ اور معہذا چاہے کوئی مرد کیون نہوتنہائی میں اُسکے پاس جوان لڑکی  
 کا یعنی جسکی عمر بارہ برس کی بھی ہو جانا یا بیٹھنا روا نہیں رکھتیں۔  
 یہ سب تعلیم مادری شرفاء کے ہاں رائج ہے۔ اس میں کچھ مردوں کے تشدد  
 اور تاکید کی ضرورت نہیں ہے آخر یہ سب کیوں ہو اس پر بھی کچھ ہٹ دھرم  
 کہے جائینگے کہ مردوں نے ظلم کیا ہے۔ عورتوں کو قیدی بنا رکھا ہے۔  
 بھلا کسی شریف کی بیوی سے کوئی کہے تو کہ اپنی جوان لڑکی کو فلا نے کے ساتھ  
 جو اسکا غیر نزہے گاڑی پر سوار کر کے ہوا خوری کو روز بھیج دیا کرتا تھا یا لڑکی  
 پر سوار کر کے بھیجا کر دیکھئے کیا جواب دیتی ہے۔ یقین تو ہے کہ کُٹھ مین

کہنے والے کے چوتی ہی لگائے گی۔ اس سے زیادہ میں گھنا فضول  
 سمجھتا ہوں کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ ہم شریفوں کے ہاں خودی اپنی  
 لڑکیوں کو خیا اور پردہ اور عفت کی تعلیم میں عورتیں مدرسے یا زہنہ  
 ہیں اور وہ اسی کو اچھا سمجھتی ہیں۔ اور حقیقت انکی سمجھت درست ہے۔  
 اور یہی تعلیم عفت اور عصمت تعلیم شرافت ہے جب شرفاء کی لڑکیوں کا  
 دیدہ دلیل ہونا یعنی اپنے محرم مردوں سے بھی چار آنکھ کر کے بائیں  
 کرنا سیوہ اور سخت سیوہ سمجھا گیا ہے تو باہر نکلنا اور سودا سلف بازار  
 میں خریدنا اور غیہ مردوں کو دیکھنا اور اپنے قد و قامت لاغری فریسی یا  
 بعض اعضاء کو دکھانا معذرت کیونکہ کیا بیوہ سکنا ہے اگر اسی حالت میں کہ  
 مرنے کیا نہیں گوتا۔ ان جدید تعلیم یافتہ عورتوں کو جو خاندان شرفاء میں  
 پیدا ہوئے ہیں اور یہ تقلید اہل یورپ اسکے خلاف عمل چاہتے ہیں۔  
 پہلے اپنی والدہ۔ وادی۔ نانی یعنی بڑھیاؤں سے مشورہ کر لیتا تھا  
 تھا اور اس مصلحت کو پوچھ لیتا تھا کہ لڑکیوں کی تعلیم میں استعداد بخشی  
 کہ جو جسے آپ بزرگ عورتوں نے گوارا کی ہے جو ہم مردوں نے  
 لڑکیوں کے لئے نہیں جائز رکھی۔ اسکے بعد اپنی رائے بیان کرتے

تو پھر اسکے جواب میں جو کچھ درگت ہوتی وہ ہوتی۔ میرا خیال یہ ہے کہ شریف اور سیدہ رسیدہ اور عقلمند عورتیں جنہوں نے دنیا دیکھی ہے اور تجربہ کیا ہے وہ کبھی ایسے دام فریب میں نہیں آویں گی۔ لیکن البتہ وہ تین جنکو حسن اور شباب اور زینت زیور ولباس خود نمائی پر ابھار رہا ہے انکو ایسے رسالے اور ایسے مضامین انکے شوہروں کی جدید تعلیم کے خیالات یا جہل اور یورپین تقلید شاید بخسرة الدنيا والاخرۃ کر دے میری تو یہ دعا ہے کہ خدا ہر مرد و عورت کو ایسے اعمال سے بچائے آمین یا مجیب الدعوات۔

## قرآن مجید اور اسکی تعلیم

قبل اسکے کہ میں کیسے جدید ایسے خیال کے مقابل میں جو تعلیم جدید یا یورپین تقلید کے اثر سے پیدا ہوا ہے اپنا خیال بمطابقت حکم خدا و رسول ظاہر کردن۔ مجھ اپنے مسلمان بھائیوں کی خدمت میں اس گزارش کو پیش کرنا ضروری معلوم ہوا کہ میں قرآن معظم اور اسکی حفاظت و تعلیم کا ذکر بھی سنا دوں جس سے انکو اسکی عظمت اور صحت پر کامل اعتقاد کے ساتھ استقامت رہے۔ قدم کو لغزش جو دساؤں شیطانی سے (جسکا ایک ضمیمہ یہ رسالے اور مضامین

جدید الشیوع بھی ہیں۔ یہ واقع ہو۔ یہ تو ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ  
 قرآن مجید بھی مثل دیگر کتب سماوی تورات و انجیل و زبور وغیرہ تنزل  
 من اللہ ہے۔ جیسے وہ کتابیں دیگر انبیاء علیہم السلام پر خدا کی طرف  
 سے نازل ہوئی تھیں اسی طرح یہ افضل الکتاب یعنی قرآن پاک  
 افضل الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوا۔ اگرچہ بعض معتزلہ اور  
 سرسید اچھا خان صاحب نے اپنی تفسیر اور نیز بعض برصغیر ہائے ہند میں  
 الاخلاق وغیرہ میں اس میں بھی بے ادبانہ بحث کی جس کا نتیجہ گولڈن  
 سے خطاب سی۔ ایس۔ ائی وغیرہ ہوا ہو لیکن علماء اسلام کے اجلاس  
 قد کفر سے مخاطب ہوئے۔ مجھے اس وقت بحث تنزل کا چھڑنا  
 منظور نہیں ہے نہ طوالت کلام بلکہ جو عام اہل اسلام کے عقاید  
 میں اُسکو کافی سمجھ کر اس بحث کو یوں ہی چھوڑا ہوں۔ عام عقاید تو یہی  
 ہیں کہ قرآن مجید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر خدا کے طرف سے نازل ہوا  
 چند آیات کے طور پر۔ اور یہ نزول بواسطہ جبریل علیہ السلام قلب پر تھا  
 نہ کسی کتبوتی طور وغیرہ پر اگرچہ تنزل آیات قرآنی اپنے اپنے وقت پر ہوئی جیسی  
 ہر اہل حق شان نزول کے دیکھنے سے معلوم ہوتی ہے۔ لیکن یہ ترتیب





کہ لاکھوں ہی حفاظ اُن کھڑے ہوئے جنہوں نے از ابتدا تا انتہا لفظاً  
 لفظاً حفظ کر ڈالا جس سے کسی مجال نہیں رہی کہ ایک لفظ کم و بیش  
 کر دے۔ یا بدل دے۔ یا اعراب یعنی زیر و زبر وغیرہ میں فرق کر دے  
 چونکہ عربی عبارت میں اعراب سے معانی اور مطالب بدل جاتے ہیں  
 اعلیٰ علمائے اہل اسلام کو اسکی بھی توفیق دی گئی کہ انہوں نے ترجمہ  
 اور تفسیر کے ذریعہ سے لغات کو حل کیا۔ اور عام قواعد صرف و نحو کی روشنی  
 اسکی مجال بھی باقی نہیں رکھی کہ کوئی شخص تبدیل اعراب کر سکے جس سے معانی  
 اور مطالب اصلی میں کوئی تصرف ہو سکے۔ اور بجانب اللہ جو حفاظت معانی  
 اور مطالب اصلی کی دوسرے طریق ہوئی وہ یہ ہے کہ حکم ہوا  
 يَا أَيُّهَا الرُّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ۔ یعنی اے رسول جو کچھ  
 ہم نے تجھے نازل کیا ہے پہنچا دے۔ اسکی تعمیل میں تبلیغ رسالت اور  
 تعلیم امت شروع ہوئی۔ اور مومنین کو حکم ہوا۔ مَا أَتَاكُمُ الرَّسُولُ  
 فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا۔ یعنی جو چیز تمکو رسول  
 اُسے لے لو اور جس چیز سے تمکو منع کرے اُس سے بچو۔ اور پھر دوسری  
 جگہ ارشاد ہوا۔ لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا

یعنی اللہ اقدس نے بڑا احسان کیا مؤمنوں پر کہ انہیں ایک نبی اٹھا کر  
 کیا وہ نبی کیسا ہے کہ پڑھتا ہے ان پر اللہ کی آیتیں اور پاک کرتا ہے انکو  
 اور تعلیم کرتا ہے کتاب و حکمت کی۔ اب یہ اس موقع پر دیکھ لینا چاہئے  
 کہ کتاب تو یہی کتاب اللہ ہے لیکن حکمت کیا چیز ہے۔ اصل یہ ہے کہ  
 حکمت وہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکات بیان فرمائے اور اسکا  
 طریق عمل خود کر کے دکھا دیا اور متعلمین سے جلسے میری مراد گروہ صحابہ  
 رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اسی طرح تفصیل کروائی۔ اس موقع پر  
 اگر کوئی پیشہ بہر پیش کرے کہ کتاب کیا حکمت سے خالی تھی تو جواب اسکا یہ  
 کہ کتاب مجید کا ہر حرف حکمت سے بھرا ہے۔ جس طرح ایک چھوٹے سے تخمین  
 بڑے بڑے درخت اعلیٰ وغیرہ کے مع شاخ اور پھول اور برگ و ثمر ہر چیز  
 میں لیکن دکھائی نہیں دیتے لہذا سمجھانے کے لئے ضرور ہے کہ انکو بوجہ  
 دکھا دیا جائے۔ یا یہ کہ علم طب کے کتب میں تمام خواص و افعال ادویہ  
 و شناخت امراض و ذرائع تشخیص امراض ماب موجود ہیں لیکن بغیر استاد  
 بتلائے کیا کامل طور پر آسکتے ہیں ہذا طریقہ تعلیم ہی رکھا گیا ہے کہ  
 استاد سے پڑھتے ہیں اور اسکو حکیم اور وہ قولاً اور فعلاً جو کچھ بتلائی اسکو

حکمت کہتے ہیں۔ اُسکے بعد وہ اسناد اپنے سامنے مطب کرتا ہے اور خود  
 لکھ کر رہتا ہے لغزش پر ٹوکنا ہے اصلاح کرنا ہے۔ اسی طرح ایک مدت  
 اُنکے حالات پر گزرائی کر کے بعد اُنکو سند دیتا ہے۔ تب کہیں وہ مستند  
 شاگرد ہوتا ہے۔ اس موقع پر خوب یاد رکھنا چاہیے کہ خداوند عالم نے  
 اسطرح قرآن معظم کی تعلیم مکہ و لوائی جس سے پوری تعمیل احکام بھی ہوا  
 اُسکے مسلمان بندوں کو پوری سعادت بھی ملے۔ اور اپنا وعدہ حفاظت  
 بھی پورا ہو کہ معافی اور مطالبہ میں۔ اسوش شیطان سے تحریف اور تعمیل  
 احکام میں فرق نہ آئے۔ اسی تعلیم اور بیان حکم کا نام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ  
 وسلم سے صحابہ کو پہونچی اصطلاح شرع میں حدیث ہے اور موضوع اس  
 معظم علم حدیث کا یہی ہے یعنی اقوال و افعال رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم اور تقریر۔ اس لفظ کا مفہوم اصطلاح محدثین میں وہ افعال ہیں جو صحابہ  
 رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بلا اہواز کسی ضرورت کے وقت کر لئے۔ اور  
 جب خود بدولت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا منع نہیں فرمایا۔ اسی کو اصطلاح  
 فقہاء میں مباح کہا گیا ہے۔ جسکے ارتکاب حیا نیز کھانگیا۔ کیونکہ ایسے  
 امور نہی عنہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔ یہ ہمارے بالمعروف اور نہی عن المنکر کے

در بیان بن برزخ ہیں۔ اپنی غیر معروف اور غیر منکر کا اطلاق ہوتا ہے  
 جہاں کہیں فقہین یحییٰ بن یحییٰ اور یحییٰ بن یحییٰ کا لفظ آیا ہے اس کے معنی عموماً  
 یہی ہیں کہ خدا کی ضرورت۔ اس تعلیم کی خیر و برکت یہ ہوئی کہ اس امت کو  
 کلمہ خیر اُمّیہ کا خطاب ملا اور سند خود بارگاہِ ندانی سے  
 عنایت ہوئی۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَقَمْتُ  
 عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔  
 اگرچہ پہلے ہی ارشاد ہو چکا تھا کہ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ  
 وَ مَنْ یَتَّبِعْ عَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُقْبَلَ مِنْہُ لٰکِنْ  
 اٰخِرَ اَیَّامِ الدِّیْنِ اَکْمَلْتُ لَکُمُ الدِّیْنَ اَلْوَدَاعِیْنَ عِنْدَ رِزْوَانِی  
 صاف شاہد ہے کہ دین اسلام وہی دین ہے جو بعد تعلیم آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم فتنہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین تھا۔ اور یہی دین عند اللہ  
 مقبول ہے۔ اس کے سوا کوئی دوسرا دین قبول نہ کیا جائیگا جب  
 یہ سب مرحلے پہلے ہی طے ہو چکے تو اس امر پر ہم مسلمانوں کو پوری  
 استقامت فرض اتم ہے کہ قرآن مجید کو نہ کسی حدیدہ معانی کی ضرورت  
 اب باقی ہے اور نہ دین اسلام میں کسی جدید تعلیم کی گنجائش اور اقتضا۔

یہاں نوٹ ہے کہ  
 اس آیت میں  
 دین اسلام  
 کا لفظ آیا ہے  
 جس کا مطلب  
 یہ ہے کہ  
 دین اسلام  
 وہی دین ہے  
 جو بعد تعلیم  
 آنحضرت صلی  
 اللہ علیہ وسلم  
 فتنہ صحابہ  
 رضوان اللہ  
 علیہم اجمعین  
 تھا۔ اور یہی  
 دین عند اللہ  
 مقبول ہے۔

میرے اس دعویٰ پر حدیث قرطاس کے وہ الفاظ جو جناب محمد  
 فاروق رضی اللہ عنہ کے زبان سے نکل گئے تھے حَسْبُنَا کِتَابُ  
 شَہِدِیْن - بیشک جناب موصوف یاد بکر صابہ کو جب اس طور پر  
 تعلیم قرآن کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہو چکی تھی اور یہ  
 سند بھی مل چکی تھی تو حَسْبُنَا کِتَابُ اللہ کا قول کافی اور کافی  
**قرآنی تعلیم کی تحقیقات**

اب یہ امر قابل یاد رکھنے کے ہے کہ عہد مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 بعد جو خیر القرون تھا قرون ثلاثہ میں آئندہ نسلوں کے لئے اسکی ضرورت تھی  
 اُن تعلیمات کو قائم رکھا جائے تاکہ وہ وعدہ آہی اِنَّا لَکُمْ حَافِظُوْنَ  
 کا اقامہ قیامت قائم رہے اسلئے جناب اللہ ایک ولولہ پیدا کر دیا گیا  
 بعض افراد اہل اسلام میں کہ اُسی کامل تعلیم کو جن کا حامل گروہ کثیر صحابہ  
 اور اہلبیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم و رضوان اللہ علیہم اجمعین تھا تحقیقات  
 کامل کے بعد جمع کر دیا جائے۔ جس سے ہمیشہ کے لئے اہل اسلام کو صراط  
 مستقیم پر استقامت رہے۔ اس تحقیقات کے تین طریقے اختیار کئے  
 گئے۔ تفسیر - فقہ - حدیث - اگرچہ دونوں طریقے یعنی اول و دوم

کی بنا بھی قرآن اور حدیث ہے۔ لیکن علم حدیث آخرین درجہ ہوا اور  
 لہذا وہ آخرین لکھا گیا۔ اس سے پیشتر ہندو علم فقط انورانی اور پاک  
 سینوں میں صحابہ اور اہل بیت کے تقاریر و اقوال اللہ علیہم اجمعین  
 تفسیر میں بعض صحابہ اور اہل بیت اطہر بھی شریک تھے مثل جناب  
 عبداللہ بن عباس عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و رضی اللہ عنہما  
 وغیرہ کے۔ یہ حضرت عبداللہ بن عباس ہی ہیں جنکو حقین انصرت صلی  
 علیہ وسلم دعا فرمائی ہے۔ اللہم فقہہ فی الدین جسکی برکت سے  
 انکی ذات جامع اکثر کمالات ہوئی اسیر سونے میں سہاگہ تعلیم اور صحبت  
 سیدنا مولانا و مولانا ثقلین باب مدینۃ العلم جامع جمیع فضائل صحابہ  
 افضل الطہیت اسد اللہ العالی بل غالب علی کل غالب زوج قبول الہم  
 سلام اللہ علیہما جناب علی المرتضیٰ کی ہوئی کرم اللہ وجہہ و رضی اللہ عنہ و  
 عن سائر الصحابہ۔ غرض ابن عباس رضی اللہ عنہما مفسر بھی ہیں اور فقہ  
 بھی۔ اور امامت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے راوی بھی۔ دیگر حضرات  
 صحابہ و تابعین و علماء اہل اسلام کو بھی خداوند عالم جلالہ نے توفیق  
 دی کہ انہوں نے تفسیر اور فقہ و علم حدیث کو اس تحقیقات کے ساتھ

مَدُون کیا کہ لغات اور اصول علم فقہ اور اصول علم حدیث اور علم الرجال  
 وغیرہ وغیرہ جن علوم کی جو وقت ضرورت ہوتی گئی مَدُون فرماتے گئے  
 اور انہیں نہایت باریک باریک باتوں پر بحث کرتے گئے۔ جس میں کئی  
 انکی غرض ذاتی نہ تھی۔ بلکہ صراطِ مستقیم کا پیداکرنا حسبہ اللہ مقصود  
 جو اُس تعلیم نبوی کا نتیجہ تھا جسکی سدا یہ کہ یرمہ الیوم اُکملت لکم  
 دینکم سے الخ۔ مل چکی تھی۔ جن باریکیوں اور احتیاط سے یہ تحقیقات  
 فرمائی گئی ہیں وہ اگر مفصل طور پر میں لکھوں تو وہ خود ایک ضخیم جلد ہو جائے۔  
 لہذا میں اسکو صرف اسقدر لکھ کر چھوڑا ہوں کہ جسے اس دریا کی غواہی  
 کی ہے وہ بے محابا کہہ سکتا ہے کہ مزیدی بران تصور نیست اور منصفین  
 جمیع ادیان اور مل کا بھی یہی قول ہے کہ کسی دین میں یہ تحقیقات نہیں  
 ہوتی جیسے کہ اسلام میں۔ وَالْفُضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْأَعْدَاءُ  
 عِبَادَات اور معاملات جس چیز کو دیکھتے کسی جزیرہ پر خیال دوڑا ہے  
 اُتہا درجہ کی تکمیل کے ساتھ کتبِ دینیہ اسلام میں اُسے پارکا غرض  
 علماء اسلام نے اُس تعلیم کی تلاش اور تحقیقات اور حفاظت میں کوئی  
 دقیقہ نہیں چھوڑا۔ اسی تلاش میں عمر بھر رہے مگر چھوڑا بال بچے چھوڑا

دنوی کار و بار سب چھوڑے۔ جب ایک فرقہ گنہگار نے اس تلاش اور تحقیقات کے لئے اپنے آپ کو خاص کر لیا۔ اور کئی عرصہ تک بھی کارواں جاری رہا۔ تو اب کیا اُس سے زیادہ کوئی کر سکتا ہے خصوصاً ایسے لوگ جنہیں کوئی مادہ علمی نہیں کوئی نئی تحقیقات نہیں۔ اور جن چیز کی تحقیقات اب کرنا جاتے ہیں اُس کو تیرہ سو برس گزر گئے۔ حالانکہ یہ سلسلہ مسلم ہے کہ ہر چیز کی تحقیقات کے لئے قرب زبانی ضروری لہذا جو کچھ قرونِ ثانیہ میں تحقیقات ہو چکی ہے اُس سے زیادہ اب تحقیق قولِ بافضلِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یا صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی یا فرقہ تابعین کی جن کو تعلیم بواسطہ صحابہ پہنچی تھی ممکن نہیں اور مدعی اسکا حاققت میں گرفتار سمجھا جائیگا کیونکہ تحقیق کا مادہ سوا اُن کے مدونہ کس ہو نہیں سکتا۔ اب رہا یہ خیال کہ ہر کوئی کتب مدونہ تفسیر اور فقہ اور حدیث کی ضرورت نہیں ہے ہم خود تفسیر لکھ سکتے ہیں اپنی رائے سے سبانی قرآن مجید میں اجتہاد اور مسائل کا استخراج کر سکتے ہیں یہ خیال اگر کسی عالم کا ہے تو وہ جاہل ہے۔ اور اگر کسی جاہل علم دین کا ہے تو ایسے حق میں گرفتار ہے جسے مجنون یا پاگل سمجھ لینا چاہیے۔ یہ سب



ایسی چیز نہیں ہے کہ جس میں اس قدر آزادی دی گئی ہو۔ تمام دنیا کے  
ادیان و ملل کو دیکھ لیجئے۔ خصوصاً جس مذہب میں یہ دعویٰ کیا جا  
کہ بروئے کتاب آسمانی قائم ہوا ہے۔ کیونکہ کوئی کتاب آسمانی ایسی  
نہیں ہے جو بغیر نبی کے آئی ہو اور یونہی خود بخود آسمان سے گر پڑی ہو  
بلکہ ہر کتاب کے ساتھ نبی بھی بھیجا گیا ہے۔ جنکو دوسرے الفاظ میں  
بادی اور علم بھی کہہ سکتے ہیں۔ جسکی غرض یہ ہے کہ مَا اتَّكُمُ الرَّسُولُ  
فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا۔ اسکا نتیجہ یہ ہے کہ  
مذہب صحیح وہی مذہب ہے جو بروئے کتاب آسمانی نبی کی تعلیم سے قائم ہو  
نہ یہ کہ زید نے کتاب آسمانی کو دیکھا اپنی رائے کے بموجب اپنا مذہب  
قائم کر لیا۔ عمر نے اپنی رائے کے بموجب خالد نے اپنی رائے کے بموجب  
یہ مذہب کا سیکھ لیا۔ اپنی اپنی ڈفلی اپنا اپنا راگ ہوا۔ یا یوں کہئے کہ خلیفہ  
مین ہر جانور اپنی اپنی بولی بولتا ہے۔ اور بھرا ایسا ہی اگر منظور ہوتا  
تو اندر صرف کتاب اوپر سے پھینک دیتا کہ ہر شخص اسکو دیکھ کر اپنی  
رائے پر عمل کر لیتا۔ انبیاء علیہم السلام کا ہر قریہ میں ہر قوم پر اوپر لیان  
قوم بھیجا کیا ضرورت تھا۔ دیکھو قانون کے کسی دفعہ میں مدعی اور مدعا علیہ

کے وکلاء بحث کرتے ہیں اور اپنے اپنے موکل کے مفید مطلب نکالتے ہیں  
 یہاں تک کہ بعض وقت حاکم فیصل کنندہ کو قند مذہب ہو جاتا ہے کہ راج و مرجوح  
 کا استخراج کیونکر فرمائے۔ لیکن جب کوئی فریق نظیر پیش کر دیتا ہے کہ  
 ہائی کورٹ میں جیسے متفقہ یا کثرت آراء پر فیصلہ ہو چکا ہے۔ یا باجلاس  
 کونسل میں مثلاً تسلیم ہو چکا ہے تو فریق ثانی کو سکوت ہو جاتا ہے۔  
 اور یہ بھی دیکھو کہ بروئے قاعدہ کلیہ کیا ایک رائے کی وقت کثرت  
 آراء کے برابر ہو سکتی ہے۔ عام طور پر کیشیون میں پنجایتوں کے فیصلوں  
 میں کیا عملہ رائج ہے۔ جب عام عملہ رائج ہی ہے تو ایسے مذہبی امر میں  
 جو تیرہ سو برس سے طے ہو کر فحار کر ورون ہی مسلمانوں کا چلا آ رہا ہے تو  
 آپ کیا ہیں آپکا علم کیا۔ اور آپ کی رائے کیا جسکو آپ چاہتے ہیں کہ مقبول  
 کاغذ آ نام ہو۔ یہ خیال شیخ جلی کے خیال یا اس بڑھیا کے خیال سے کم نہیں ہے  
 جو بموجب قصہ مشہور حضرت یوسف کی خریداری کو پہلی تھی۔ ہمارے علماء کے  
 احتیاط کو ملاحظہ فرمائے کہ متفقہ مسائل میں تو خیر لیکن جنہیں اختلاف میں العلماء  
 ہو اے اُس میں کسی ایک رائے کو اختیار کر لینا حکم نہیں دیا بلکہ اجماع ضرور  
 کثرت آراء پر قول مفتی ابہ اور مذہب فحار ٹھہرایا۔ لہذا سیدھی راہ یہی ہے

اجماع کے طریقہ پر چلا جائے اور پیشہ قول مفتی بہ اور مدبب مختار کو پیش نظر رکھ کر  
 قلم رکھے یہ امر بہت غور کے قابل ہے کہ قرآن اور حدیث سے کوئی بات جڑ  
 نکال کر اس کو اختیار کر لینا آیا درست ہو سکتا ہے۔

پہلے اسپر غور درکار ہے کہ قرآن اور حدیث کے جمع کر نیکی وقت آیا اس کا  
 اہتمام کیا گیا تھا کہ اس آیت اور اس حدیث کا اصل مطلب کیا ہے اور کیا معنی  
 ہیں کہ سیطرہ اسکا ثبوت نہیں مل سکیگا بلکہ جس قدر ثابت ہوگا وہ اس سے زیادہ  
 نہ ہوگا کہ صرف الفاظ کے صحت کا اہتمام ہوا تھا جو لوگ قرآن مجید غلط پڑھتے تھے  
 یا جنہوں نے غلط الفاظ لکھ رکھے تھے یا غیر ترتیب موجودہ نسخے ان کے  
 پاس تھے ان کے نسخوں کو اُن سے لے لیا گیا اور یہی موجودہ نسخہ شایع فرمایا گیا  
 اور احادیث میں بھی تمام ائمہ حدیث نے جس قدر التزام اور انتظام فرمایا ہے  
 سب اسی امر میں ہے کہ صحیح الفاظ حدیث کیا ہیں۔ اور تدوین اس معظّم  
 علم کے تیسری صدی سے آغاز ہوئی نہیں جانا چاہئے کہ قرآن اور حدیث  
 اور تفسیر اور فقہ ان چاروں میں اول و دوم سے صرف الفاظ کو لے سکتے  
 ہیں جس میں یہی قرآن مجید تو بالفاظہ ایک ہی ہے لیکن احادیث میں اس میں بھی  
 اختلاف ہے کچھ روایات کی وجہ سے اور کچھ دیگر اقسام کے اسقام سے جسکی

تفصیل و اتقان علم حدیث سے مخفی نہیں ہے۔ باقی اسے موم و جہار  
 اس میں معافی اور عمل اور ناسخ منسوخ اور تقدیم و تأخیر تشریح و ارشاد سے خصوصاً  
 جہار میں بحث کر کے صراطِ مستقیم کو پیدا کیا ہے اور کلیتہ سے جزئیات کا استخراج  
 کیا گیا ہے اور اسکے اصول قائم کئے گئے ہیں اور الحمد للہ یعنی امام اعظم  
 ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ امام مالک و امام شافعی و امام احمد بن حنبل نے اسطوریہ  
 اجتہاد فرمایا کہ طریقہ حق اسے باہر نہ جاسکا۔ یعنی جتنی صورتیں معاملات اور عبادت  
 کی بروئے طریق تھیں ہو سکتی تھیں سب کو اسکے اجتہاد نے احاطہ فرمایا۔ پس انکے بعد  
 ہو کر وہ ہوئے انہوں نے بھی غور فرما کر جوابات میں پیدا کیں وہ اُس سے باہر نہ  
 پھر کے بعد دیگرے ایسا ہی کرتے گئے اسلئے جہار و مذہب میں اختلافی ہر  
 ہر چیز پر اجتماع ہو کے قولِ مفتی بہ و مذہب مختار قرار پایا۔ جو اس وقت ہمارے زیر  
 عمل ہے۔ اور شکرِ اجتماع کو کافر کہا گیا ہے کیونکہ وہ گرفتار و وسوسہ شیطانی سے اسکو  
 اُسکے نفس نے یا شیطان نے بیشک اس ڈھرے پر لگا دیا ہے کہ انا خیر منہ  
 یعنی ہم کون کسی کے پیچھے چلیں ہم خود امام ہیں ہم خود احادیث نبوی و قرآنی  
 سطور کا استخراج کر سکتے ہیں ہم ائمہ مجتہدین اور انکے بعد کے اہل علماء سے حکم  
 اتفاق سے قولِ مفتی بہ قرار پایا ہے افضل ہیں پوری شکل یہ ہے کہ اور دیکھو

ترغیب دیکھتی ہے کہ تم بھی ہمارے جیسے ہو جاؤ۔

عجب تو یہ ہے کہ یہ لوگ اس وسوسہ شیطانی کو نہیں سمجھتے کہ انکو انکے اس فہم نے غور میں لاکر اسفل السافلین میں پہنچا دیا اول ایسا کھنا خودی حماقت ہے کہ ہم اچھے بین ڈوم کہان وہ قرب زبان کی تحقیقات ہو جو وہ صحابہ اور گروہ یہین کی کسی یعنی اول ہی صدی سے شروع ہوئی تھی کہان اب تیرہ سو برس کے بعد کی تحقیق اور کہان اُن ائمہ کا مسئلہ جمہور علم اور فہم اور امانت اور دیانت اور تقوے کہان یہ وقت جس میں تمام فسق و فجور شائع ہو رہا ہے۔ اور کہان اب کا علم جسکو کوئی تسلیم کر نہیں سکتا۔

چہارم کہان ایسے علماء دین کا اجماعی مسئلہ اور قول فسق کہان ہم ایسے جاہل اور سرایا فسق و فجور کے خود غرضانہ منفرد رائے۔ علم کا یہ مال کہ احادیث میں ناسخ منسوخ متقدم متاخر نہیں پہچان سکتے۔

صرف غرض اس ڈھائی اینٹ کی سجد بنانے سے صرف اس قدر ہے کہ ہم حقیق کہلائین اور لوگ ہمکو امام جابین اور سن مانے خواہشات نفسانی پر کاموقع ملے اور ائمہ اربعہ کے مسائل اجماعی کو چھوڑ کر ہمارے ہدایت پر تمام لوگ چلیں۔ اس دام فریب میں وہی چند جاہل القباہ سکتے ہیں جنکا نفس ایسا ہی

امارہ بالسرور ہو گا اس بات کے جانتے واسطے کہ منکر اجماع کا کافر ہے  
 نہ کہیں پیچھے اور نہ اس کفر کو اسلام سمجھیں گے۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی صاحب  
 اپنے مجرد خیال کو دخل دین تو مرفوع القلم ہے جائیگے۔ لکن یہ بتانا ہے  
 اس خط اور غلط داغ کا علاج فرمائنا چاہئے۔ پھر یہ کہ اگر باہر سے تحقیقات  
 علمائے مذہب اسلام کوئی تیسری کتاب واقعہ نہیں ہے یا کسی اخبار کی وہ  
 تباہی خبر نہیں ہے۔ کہ جس میں بحث کو گناہش ہو۔ اور کوئی تکذیب اس کی  
 کر سکے۔ اس طرح حجاز میں اور محل اصول کے ساتھ فرمائی گئی ہے  
 جس میں کچھ چون وہ اس کی گناہش ہی نہیں رکھی گئی لیکن ایسی اونہم عقل  
 والوں کا کیا علاج ہے۔ جو تاریخی واقعات بے سرو پا کہ نہ خصوصاً اگر  
 تیسری کے واقعات کو تو کالوچی من المسلمین سمجھیں تو میں کسی  
 قسم کا وثوق نہیں راوی مجہول واقعہ مجہول اور نہ کیا کذب و سبائغہ  
 اور تحقیقات مذہبی سمجھیں کوئی دقیقہ تحقیق کا باقی نہیں رکھا گیا کیا  
 روایت میں اور کیا راویوں کی حالات راستی و وثقہ اور حفظ اور دانت  
 اور امانت میں۔ اور سلسلہ متبہی ہوا یا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر  
 یا صحابہ پر یا خود صحابہ کے افعال و اعمال کی تصدیق پر انکی محبتوں میں

کہ یا ان کے خوش چین یعنی تابعین ثقہ کے زبانی۔ پھر بھی جب تک انکا تفرق  
اور حفظ بخوبی متحقق نہ ہو تب تک قابلِ کامل و ثوق کے نہیں سمجھا گیا۔  
بھی اور ضرور اسکا کہنے کے کہ قرآن اور حدیث سے تطابق بھی ہو۔ اس کے  
زیادہ اور کیا تحقیق ہو سکتی ہے۔ یا انہی پر یہ دوسرے خیالات جو پیدا ہو سکتے ہیں  
یا تو اصل کا اقتضا ہے یا جاگرتی ہوئی گویا ہے جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم کے زمانے میں یہود کا فرقہ کرتا تھا جسکی شان میں قرآن مجید میں  
وارد ہے۔ یَعْرِضُونَكَ عَنْ يَوْمِ لَوْنٍ اَمْ تَوَدُّعْدُكَ عَلَيْهِمْ مُّوَدَّةَ اُولٰٓئِکَ  
بھی سخت تر ہے۔ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِکَ۔

### مذہبوں کا دعویٰ

سماتہ کے طرف داروں نے اپنے دعوے کے ہم چھوٹے نسوان کے  
پانچ حصہ کیے ہیں۔ اول مردوں کو کسی قسم کی فضیلت عورتوں پر نہیں ہے۔  
جو لڑائی خانی و قتالی پیش کیے جاتے ہیں انہیں ایک بھی ایسی قوسی دلیل نہیں  
جس سے فضیلت ثابت ہو۔ دوم عورتوں کی تعلیم بھی مثل مردوں کے  
ہونی چاہئے۔ مردوں نے تعصب سے انکو موقع تعلیم نہیں دیا۔ سوم  
پردہ جو یہ کہ مسلمان شرفاء کے طبقہ میں اسوقت رائج ہے نہایت ظلم

اور خلاف حکم خدا و رسول ہے۔ یہ قطعاً اٹھ جانا چاہئے اگرچہ یہ عورت ابھی  
یکبارگی اس طرح ازادی پر نہیں آسکتیں جس پر عذاب یوروپین لیڈیان میں لیکن  
بالفعل شوہروں کے ساتھ چہرے اور ہاتھوں کو کھول کر ہر روز کی پرفورم  
کو ٹھکانا لازمی ہے۔ اوپارارون میں کسی محرم مرد یا خادم کے ساتھ سودا ہلف  
خرید کر نیکو جانا علیہ۔ اور یہی عین حکم خدا و رسول ہے اور پھر اس میں اس قدر غلو  
ہے کہ گورنمنٹ سے مدد چاہی جاتی ہے چارم طریق از رواج میں گو کو رٹ شب  
نہو لیکن اس قدر شیم پوشی ہونی چاہئے کہ دلہن و دولہا میں خط و کتابت ہوئی  
اور تصویرات کے ذریعہ سے ایک دوسرے کی صورت سے مطلع ہو جائیا کریں  
اور دولہ کے ماں بہن وغیرہ کو خاص کر بلا کے دکھا دینا چاہئے۔ حسین وہ  
دلہن کی صورت و شکل اور تہذیب نشست و برخاست اور سلیقہ سے  
واقف ہو رہیں۔ پیچ معاشرت زوجین میں کیونکر ہونا چاہئے اور انہیں خرف  
امور کو اپنی ناقص رائے میں مفید حقوق نسوان سمجھا گیا ہے۔ مثلاً ان  
جتنی رائیں ہیں سب کج دلیل بے حجتیری و حج۔ اور طرہ یہ ہے کہ اپنے  
علم کو ایسا چمکدہ کر دیا گیا ہے کہ بے ساختہ زبان سے بہر نکل جاتا ہے کہ  
ایسے شخص پر سلم کا اطلاق نہ کرنا چاہئے۔ نہ قابل جواب چونہ لائق خطاب۔



ہم اس بحث کو زیادہ طوالت دینا نہیں چاہتے۔ کیونکہ پہلے ہی دوسرے خیرین  
قرآن مجید اور سنی تعلیم کی تحقیق کو بیان کر آئے ہیں جس کے بعد ان مخرقات کے  
تفصیلی جواب کی ضرورت نہ تھی کیونکہ جب خلاف اُن معانی اور مطالب اور  
عملہ آمد دیرینہ مسئلہ اجماعی و مسلمہ جمہور کے کوئی بات پیش کی جائے گی تو بھی  
اُن اصول کی رو سے جس کو ہم پہلے ہی لکھ آئے ہیں قابلِ وقت نہیں ہو سکتی  
لیکن شاید یہ خیال مدعیوں کا باقی رہ جائے کہ ہمارے دلائل کا کچھ جواب  
نہو کا لہذا کسی قدر اُن کے دلائل کی تردید بھی ضروری معلوم ہوئی۔ ان  
جوابات میں بہرہ ملحوظ رکھا گیا ہے کہ جب عقاید ایسے لوگوں کے لئے صاف ظاہر  
ہو رہے ہیں اگرچہ صاف طور پر انکار قرآن و حدیث وغیرہ کا پیش نہیں کیے گئے تو انکو من  
منقولی جوابات پر سکوت ہو گا لہذا عقلاء و تمام فہم دلائل سے زیادہ جواب دیا گیا ہے

### حصہ اول مردوں کی فضیلت عورتوں پر

اول حصہ میں جو طرفدارانِ سماء کا یہ خیال قائم ہوا ہے کہ مساوات درجہ مرد اور  
عورت کی ثابت کی جائے جس سے ہمارے مانہا لی حقوق دب نہ سکیں  
اور اسکو انہوں نے بحق عورات مفید خیال کیا ہے۔ یہ انکی پہلی غلطی ہے  
کیونکہ جب دونو کو اپنی اپنی عمر ایک گھر میں بسر کرنی ہے تو یہ مساوات

جو رنگ پیدا کر لگی وہ عقلا سے پوشیدہ نہیں ہے۔ مساوات کی حالت  
 میں فرمان برداری اور تعظیم شوہر کیا معنی جسکی خود ترغیب اور تحریک آخری  
 حصہ میں فرماتے ہیں۔ بڑی مشکل تو یہ ہے کہ رسالہ حقوق نسوان  
 کے لکھتے وقت حضرت کاتب معلوم نہیں کہان تھے۔ شاید انکو یہ بھی نہیں  
 معلوم ہے کہ ثبوت دعویٰ میں مدعی کو کیا کرنا چاہیئے جب انہوں نے  
 اخیر میں خودی شوہر کی فرمانبرداری اور تعظیم کی نصیحت کی گویا جو کچھ اوپر لکھا  
 سب خرافات ہو گیا۔ اُس رسالہ سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ مصنف رسالہ  
 نے فضیلت کس چیز کا نام رکھا ہے۔ مردوں کی کس فضیلت کی آئینہ تردید  
 کر رہے ہیں اور کس فضیلت کے آب خواہان ہیں۔ چہاں مردوں کے  
 فضائل میں جو آٹھ دلائل لکھ کر اُسکی تردید کی ہے اُس میں ایسے جواب  
 اُنکے کمزور ہیں جسکی انتہا نہیں کہیں تو دیگر حیوانات کا مقابلہ کرنے لگے  
 اس سلسلہ سے بھی تجاوز کر گئے کہ انسان اشرف المخلوقات تو مسلم  
 ہو چکا ہے دیگر حیوانات کا اُس سے مقابلہ کیا معنی۔ بحث تو نوع انسان  
 کے اندر ہے خارج از بحث تقریر بحث ہو گی۔ جب کسی انسانکو پہلوان  
 اور شجاع اور بہادر کہا جائیگا تو وہ فضیلت اُسکے مقابلہ اپنے نوع کو بھی

نہ بمقابلہ فیل او شیر وغیرہ کے۔ کہیں حضرت خدیجہ کبریٰ اور حضرت خاتونِ  
 سلام اللہ علیہا کا تذکرہ بمقابلہ کم رتبہ مرد کے لائے کہیں حضرت آدم  
 کی خلقت کی بحث میں کہ اُنھے کہ یہودیوں کے قصہ کے سوا اذانِ نبوی  
 سے آدم کا پہلے پیدا ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اس پہلے آدمی کو یہ بھی  
 معلوم نہیں کہ آدمی کا لفظ خود شاید یہ کہ جملہ انسان حضرت آدم کے طرف  
 منسوب ہیں۔ پھر حضرت خوالیہا السلام کیا آدمی نہ تھیں جنس ملائکہ  
 یا اجنہ میں تھیں اگر اسکا دعویٰ تو ثبوت بذمہ مدعی ہے جو یقیناً محال  
 ان واپسہ حیلوں سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف روباہ بازی میں اس بحث  
 کو اڑانا چاہا ہے۔ اب سنئے۔ فضیلت دو قسم کی ہے۔ ایک کلی۔ دوسری  
 جزئی۔ فضیلت کلی اصل فضیلت ہی جو مرد کی نوع کو عنایت ہوئی  
 جسکی شہادت قرآن مجید سے صاف ثابت ہے۔ آپنے کیسے کہہ دیا کہ  
 قرآن مجید سے پہلے پیدا ہونا حضرت آدم کا ثابت نہیں ہوتا۔ اِنی  
 جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً کا مقصود کون تھا حضرت آدم  
 تھے یا خوالیہا السلام۔ مسجد کل ملائکہ کون ہوئے تھے حضرت آدم  
 علیہ السلام یا خوالیہا السلام کی تعلیم کو ہوئی تھی۔ کہ کے مقابلہ میں

ملائکہ نے اپنا عجز علم ظاہر کیا تھا۔ اس موقع پر آپ جس علمی فضیلت کے  
 خواہان تھے اُسے بھی نوع رجال میں دیکھ لیجئے اور شرف خلقتِ بیہک  
 کا کس کو ملا ہے۔ اسکے علاوہ ہم مسلمانوں کا بہت بڑا عقیدہ تو یہ ہے کہ  
 حضور سرور کائنات خیر الخلاق سید المرسلین ہیں۔ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ  
 اور آپ ہی مقصود آفرینش تھے جسکی شہادت حدیث قدسی کَوْلَاکَ لَمَّا  
 دے رہی ہے اگر آپکا بھی یہی عقیدہ ہے تو سمجھ لیجئے کہ نبی حضرت  
 صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وسلم بھی اسی نوع رجال میں تھے جو افضل المخلوقات  
 یعنی انسان میں کا ایک نوع ہے۔ اور یہ سب فضائل خدا وادہن  
 اسمین مردوں کے تعصب کو دخل نہیں۔ اب بھی اوّل خلقت آدم با فضائل  
 کلی میں مردوں کے اگر بحث ہے تو ہونا نقلاً کی طرح قابل قبول نہیں ہو سکتی۔  
 یہ نوعی فضیلت خدا واد جو آدم کو اور نوع رجال کو خواہ تمام نوع امانات  
 بہر اس میں سے کوئی بھی حضرت خواہاں دوسری کسی عورت کو یہ نہیں ہوئی  
 اگر کوئی یہ تو بیان فرمائی جائے۔ لیکن اس فضیلت سے یہ مراد نہیں ہے کہ  
 ہر فرد مرد کا ہر فرد عورت سے علی العموم افضل ہے۔ بلکہ صرف صنف مرد کی بحیثیت  
 مردوں کے صنف عورت سے افضل ہے یہ تو نقلی دلیل ہے فضیلت کی عقلی دلیل لیکن مرد و عورت کو جوڑے

کی اصلی علت تخلیق کیا ہے۔ توسلیع نسل۔ اگر صرف انیس اور علیہ حیبا کہ  
سماء والون کا خیال ہے عورت بنائی گئی ہے تو یہ بات دوسرے مرد کے  
پیدا ہونے سے بھی آدم علیہ السلام کو تسلیم ہو سکتی تھی۔ بلکہ اس سے زیادہ عجیب  
ہوتی بمقتضائے الجنس تمیل الی الجنس پس معلوم ہوا کہ اصل علت  
غائی دیگر حیوانات میں مادہ اور انسان میں عورت پیدا کرنے کی توسلیع نسل ہی  
جسکی شہادت سورہ نسا کی پہلی آیت دیتی ہے۔ وَبَشَرْنَا مِمَّا كَمَا  
رِجَالًا كَثِيرًا وَنَسَاءً اور دل بستگی اور عیسیٰ اور موسیٰ  
تہائی وغیرہ وغیرہ ہونا اسکی تبع میں حاصل ہے نہ غایت اصلی۔ پس ذرا  
غور کے بعد یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ ان دونوں کے درمیان جس فعل کا طور  
ہوتا ہے ضرور ہے کہ اسکا کوئی فاعل ہوگا اور کوئی منفعل تو اب یہہ  
حضرات فرمائیں کہ شان فاعلیت کس میں رکھی گئی ہے آیا مرد میں یا  
عورت میں۔ اس کے تسلیم میں کوئی غدر نہیں ہو سکتا کہ بیشک شان فاعلیت  
کی مرد ہی میں ہے اور عورت سفعول۔ پس عقلی قاعدہ کے رو سے یا نحو  
قاعدہ کے رو سے شان مفعولیت کی تفضیل ثابت ہی نہیں ہو سکتی۔  
بلکہ یہاں تک تو ہے کہ سفعول کو فضلہ فاعل قرار دیا گیا ہے۔ علو شان

مفعولیت تو درکنار اس نتیجہ یہ نکلا کہ مرد فاعل ہے اور عورت مفعول۔  
 مرد کا شکار ہے عورت اُسکی کشت دیکھو۔ نِسَاءُ كُفَرَتْ لَكُمْ  
 مرد اب انبیانِ قطرہ افشان ہے اور عورت صدف۔ مرد اکیسے اور عورت  
 مرکب۔ کیونکہ قرآن مجید کو اپنی دینا ہے حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام  
 کی عورتوں کے نسبت کا تِلْكَ اَنْثَاكُنَّ عَبْدَیْنِ مِنْ عِبَادِنَا ضَالِّکَیْنِ  
 اس پر بھی اگر عورت کو کوئی صاحب مرد کی سطح کے برابر لیجائیں یا اپنا راکب  
 اور فوق سمجھیں تو ہر گز مطلب نہیں۔ ع حیز باشد آنکہ سپد زیر زن ہن  
 غرض جبکہ ہر طرح مرد فوق اور عورت تحت ہے تو ضرور ہوا کہ مرد دینے کی  
 چیز ہے اور عورت لینے کی اور ظاہر ہے بقول سعدی علیہ الرحمۃ۔ یٰ عَلِیَا بَیْدِ  
 سفلی کے ماند۔ اور واقعی یہی ہے کہ عُلُو اور سفلی کو یا یون کہے کہ فاعل اور  
 منفعل کو برابر سمجھنا نہایت ہی بی عقلی کا کام ہے۔ دوم فضیلت جزئی یعنی  
 ذاتی اس میں کسی ایسا انداز اور نصف کو بحث نہیں ہو سکتی۔ کہ بہر کسی خاص نوع  
 حصہ نہیں ہے بلکہ یہ ہر فرد کی ذاتی اوصاف اور ذام سے متعلق ہے۔ چنانچہ  
 انسان جو اثر من الخلق بنایا گیا ہے اُس کے نسبت عقاید میں یہ مسئلہ  
 رکھا گیا ہے۔ کہ عوام بشر سے عوام ملائکہ افضل ہیں۔ اور خواص بشر خواص ملائکہ

افضل ہیں۔ اسکے علاوہ یہ قول بھی دیکھئے۔ سعدی اجل کائنات  
 باعتبار شرافت انسان است۔ واذل مخلوقات باعتبار خجاست سگ لیکن  
 حکماء گفتہ اند کہ سگ حق شناس بہ از مردم ناسپاس۔ بھر فرماتے ہیں  
 ۵ بہ بطن آدمی بہتر است از دواب بہ۔ دواب از توبہ گریز کوئی صواب  
 دیگر حیوانات میں بھی ملاحظہ فرمائے کہ گھوڑا اپنے نوع میں نوع خیر  
 گدھے سے افضل ہے۔ لیکن ذاتی عیوب جب سے بڑھ گئے کہ سو  
 ہی نہیں ہونے دیتا اور سوار ہوئے تو پیچھے ہی ہٹا جاتا ہے یا سوار  
 دشمن ہے کنوئیں خندق میں لیکے کر جاتا ہے یا سوزے پکڑتا ہے وغیرہ  
 تو اُس سے بہت سے ایسے گدھے فاضل ہونگے کہ جن میں شایستگی  
 ہے یا بمنزل رسان ہیں۔ اسکا نام ذاتی فضیلت ہے۔ امین مرد عورت  
 کی تخصیص نہیں ہو سکتی۔ اسی موقع پر کہا گیا ہے۔ مع نہ ہر زن زن بہت و نہ ہر مرد  
 لیکن جب اس امر کو بخجاستہ علم و شہادۂ قرار دو کہ ہر چیز میں کچھ نقصانات بھی قدر  
 نے رکھئے ہیں اور اوصاف بھی جیسے کہ خواص و افعال ادویہ کے  
 کتب طب کے دیکھنے سے معلوم ہوتے ہیں۔ مگر حکم نافع و ضار اور  
 اور بار و اور طبع و یا بس وغیرہ کا صرف کثرت فعل و خاصیت پر

رکھا گیا، یعنی جو دو ایک درجہ مارتے اور دو تین درجہ بارو اُسکو بار دانا  
 کیا ہے کہ وصف برودت غالب ہو۔ اس طرح بھی اگر موازنہ کیا جائیگا تو بھی گروہِ حال کو  
 اس ذاتی فضیلت میں بھی زیادہ حصہ ملے گا۔ مجھے اس جواب کو دیکھ کر بہت ہی اُنی کہ شاید  
 اُن انبیاء میں جنکے نام معلوم نہیں ہوئے ہیں عورات بھی نہیں ہوں  
 یہ کیسے عجز کا جواب ہے۔ مجیب کو اتنا سلیقہ بھی نہیں ہے کہ سایل کا  
 سوال تو اُسقدر علم سے ناخود ہے جو معلومات کتبِ سماوی سے  
 محدود ہے۔ اُسکا جواب مہولات سے وہ بھی احتمالی کس قدر بار داپور  
 ہے۔ جو خلاف شانِ مناظرہ و لطیفہ سماءِ سبحان کو آپ نے نظر  
 پیش نہیں کیا جسکے ہر میں اُسکی اہت کو دو وقت یعنی عشاء و فجر کی  
 نماز عاف ہوئی تھی۔ بخجلہ اس ذاتی فضیلت کے ایک فضیلتِ حکمی بھی  
 ہے جو بروے حکم ہر مرد کو اپنی خاص زوجہ پر ہے بلکہ کسقدر عالمِ اہل  
 یعنی بیہون پر ماؤں پر بھی جنکا تعلق اُس مرد سے ہے جسکے طرف  
 یہ آیت شریف اشارہ کر رہی ہے۔ **وَأَمْرًا أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ**  
 اس حکمی فضیلت کو معلوم نہیں ان سماء والوں نے کیا سمجھا ہے حقیقت  
 اسی فضیلت سے مردوں کو یہ دعویٰ ہوا ہے کہ مرد حاکم ہیں عورتوں پر۔



اس بحث میں جن آیتوں کو استدلال کے طور پر مرد و عورت کی طرف سے  
 پیش کیا گیا تھا انکو اگرچہ تاویلات صحیحہ اور تحریف بالمعنی سے جو کفر کی حد تک  
 پہنچ گئی ہیں اٹھا گیا ہے لیکن ہم انہیں آیات کی رو سے صحیح معنی کو دیتے  
 تمہید سے ثابت کرتے ہیں۔ لفظ حاکم کے کیا معنی ہیں اور حکومت کے  
 اقتدارات کیا ہیں۔ لفظی معنی حاکم کے حکم دینے والا اور اصطلاح معروف  
 میں ایسے حکم دینے والے کو کہتے ہیں جو بلا لحاظ محکوم کے ارادہ و تکلیف کے  
 جو مناسب ہو حکم دے۔ اگر وہ مقتضائے انصاف ہے تو حاکم شصت کہا جائے  
 ورنہ ظالم۔ اور شان محکومیت اسکی مقتضی کی گئی ہے کہ حاکم کے حکم کی تعمیل  
 کی جائے خواہ طوعاً یا بغیاً یا کرہاً یعنی بہ کراہت۔ چنانچہ ہر وقت جو حاکم  
 انکو ہمیشہ یہ اقتدارات حاصل ہیں کہ اگر خوش ہوں تو ہماری کارگزاری  
 کے صلہ میں یا محض نوازش سے ترقی فرمائیں انعام دیں۔ اور اگر  
 ناخوش ہوں تو ہمارے افعال کی سزا میں یا یوں ہی کسی شبہ وغیرہ  
 ہلکو سزا دیں۔ سزائیں معینہ میں سے۔ سزائے تازیانہ۔ معطلی۔ موت و فی۔  
 قید وغیرہ جس حد تک انکو اقتدار حاکم بالاسے دیا گیا ہے۔ اور یہ مقتضائے  
 سیاست اور نظم ملک ہے۔ اگر یہ اقتدار نہ دیا جاتا تو انتظام مملکت کسی بادشاہ

ممکن نہ تھا پس حسب طرح ایک ملک ایک ضلع ایک تحصیل وغیرہ میں ایک  
 حاکم کا یک قدر اقتدار کے ساتھ بادشاہ کو قائم کرنا ضرور ہے تاکہ دونوں طاقتیں  
 ہم ورجا کی حکومتیں برقرار رہیں یعنی امیدوں کے درجہ سے اچھے کاموں کے  
 طرف راغب اور اپنے حاکموں کے راضی رکھنے کی کوشش کریں اور خوف  
 کے وجہ سے بُرے کاموں سے بچیں۔ مگر سطر ح الشبل شانہ نے ہر گھر کا  
 انتظام فرما دیا۔ یعنی ہر گھر میں عورت کو محکوم بنا دیا۔ اور اپنے مردوں کو حاکم  
 ذی اقتدار یعنی نیک سلوک کرنا بھی اقتدار دیا اور اُس سے اپنی رضامندی کا  
 ظاہر فرمایا۔ اور بحالت نافرمانی و تصور حسب حیثیت تصور نہر کا بھی اقتدار  
 دیا دیکھو کہ فَعِظُوهُنَّ یَعْنِیْ اُنکو سمجھاؤ۔ وَ اُخْرِجُوهُنَّ عَنْ الْمَضَاجِرِ  
 جدار کو اُنکو بستہ خواجگاہ سے جو نہر لے سٹلی ہے۔ وَ اضْرِبُوهُنَّ اَوْ اُنکو مارو  
 اور طلاق کا حکم گویا موقوفی کا ہے اور دوسری جگہ ارشاد ہوا ہے۔  
 وَ اَمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتّٰی يَتَوَقَّعُنَّ الْمَوْتَ۔  
 روک رکھو اُنکو گھروں میں یہاں تک کہ بالے اُنکو موت بہہ دیا جائے  
 کا اقتدار ہے۔ اب مسماۃ فرمائیں کہ اَلْوَجَالُ قَوَّامُونَ عَلٰی النِّسَاءِ کے  
 معنی یہ نہیں تو کیا ہیں اور ان اقتدار کا دیا جانا احکم الحاکمین کے طرف سے

حاکم بنانا نہیں تو کیا ہے دیکھئے تفسیر جلالین و عباسی میں اسکی تفسیر  
 اپنے مُسَاكُطُوْنَ کے لفظ سے کی گئی ہے۔ اگر اسکے خلاف آپ اب بھی  
 دونوں کو مساوی خیال فرمائینگے تو اُس حکیم علی الاطلاق کی حکمت میں نقص پیدا  
 ہوگا۔ جو فرماتا ہے کہ زمین اور آسمان میں اگر وہ خدا ہوتے تو فساد ہوتا۔  
 دیکھئے آیت۔ لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا وَ  
 بھر آپ ہی ایک گھر میں دونوں یعنی مرد کو بھی اور عورت کو بھی مساوات کے  
 درجہ میں رکھتا۔ مولانا شاہ عبدالقادر صاحب نے تو یہی معنی صاف  
 لئے ہیں اور شاہ ولی اللہ صاحب اور حضرت شیخ سعدی کا ترجمہ بھی یہی ہے  
 یعنی قیام کنندہ در امور و تدبیر کار کنندہ۔ گو الفاظ میں حاکم لفظ نہ لایا  
 لیکن معنی تو یہی ہیں کہ شان فاعلیت جو شان حکومت ہے اس سے یہی  
 نکلتی ہے۔ اور عورت میں مفعولیت اور محکومیت باقی رہی ہے پس اُن  
 ارکیہ تاویلات کا تو خاتمہ ہو گیا جو اس بحث میں وارث حقوق نسوان کے  
 سے پیش ہوئی تھیں۔ اس بحث کو اب اس سے زیادہ طول دینے کی  
 ضرورت نہیں ہے جب خود رسالہ حقوق نسوان کے مصنف صاحب نے  
 اسکو اپنے آخری حصہ کتاب میں بسلائے نفاذ قبول فرمایا اور یہ کہ کما حقہ چارہ وہ جو یہ ہے

## حصہ دوم تعلیم

اس لفظ کے اصلی معنی سکھانے کے ہیں۔ لیکن خواہ کوئی پیشہ و فن ہو  
خواہ کوئی دستکاری ہنر وغیرہ ہو اس سے بالخصوص معنی نوشت و  
خواندہی کے لینا صریح نادانی ہے۔ لیکن بالفعل ہمارے ملک میں  
جب اسکولوں میں یہی تعلیم جاری ہے تو زیادہ تر اس لفظ کے یہی  
معنی لئے جاتے ہیں۔ اور تمام ایسے جدید تعلیم یافتگان اسکول  
کا زور اسی پر ہو رہا ہے کہ ترقی تعلیم یعنی نوشت و خواندہ ہو۔ یہاں تک کہ  
کوئی زن و مرد ذلیل سے رذیل بھی اس سے خالی نہ ملے۔ دراصل  
یہ بہت بڑی کم مہمی ہے۔ لیکن وہ کیا کریں انہوں نے آنکھ کھول کر یہی کیا  
بقول شخصے۔ ایک معذوری ہمیں راویدہ۔ جب نظام عالم اور اس مسئلہ پر  
غور کیا جائے کہ معاشرت انسانی کے لئے کیا چیز اور کس کس قسم کے سامان  
درکار ہیں تو صاف ظاہر ہو سکتا ہے کہ اس وقت جو کچھ دنیا میں سامانِ اُمت  
وغیرہ موجود ہیں یا آئندہ موجود ہونگے سب اسی بلا کے پتلے انسان کی معاشرت  
کے لئے ہیں جسکی شہادت اِنَّ الدُّنْيَا خُلِقَتْ لِّلْمَرْءِ سے صاف ظاہر  
ہے۔ پھر کیا کسی گھر میں کسی گائون میں کسی شہر میں کسی ملک میں ایک ہی

قسم کے ایک ہی فن کے ایک ہی کام کے ذمہ و مرد و بوڑھے بچے جوان  
 فراہم کرے باہن تو اُس گھر یا کانون یا شہر یا ملک کے تمام کام  
 معاشرت انسانی کے متعلق حل کیے جاسکتے جسکو تھوڑی سی عقل یا  
 تھوڑا سا تجربہ بھی ہو گا وہ بھی اسکو تسلیم نہیں کر سکتا۔ جو اتنا بھی  
 سمجھے وہ کسی طرح عاقل تو کہا نہیں جاسکتا البتہ غیر عاقل شاید یہ کہہ  
 اب اسکو بھی سمجھ لینا ضرور ہے کہ عاقل کا کام کیا ہے۔ عاقل اسکو کھینکے  
 جو عدل اور ظلم کے فرق کو سمجھے۔ اور اپنے اپنے موقع و محل اور وقت پر  
 اُسکا استعمال کرے۔ عدل اُس کا نام ہے کہ جو چیزیں کام کے لئے موضوع  
 ہوئی ہے اُس سے وہی کام لیا جائے۔ مثلاً جو تاپاؤں میں پہنے کئے  
 وضع ہوا ہے اُسکو ہاتھوں میں پہننا یا سر پر رکھ کر چلنا خلاف عدل ہے۔  
 اور پاؤں میں پہننا عین عدل۔ اسی طرح ٹوپی جو سر پر رکھنے کے لئے بنائی  
 گئی ہے اُسکو پاؤں سے روندنا ظلم ہے اور سر پر رکھنا عدل۔  
 کتاب جو مطالعہ سے فیض اٹھانے کے لئے بنائی گئی ہے خصوصاً کتاب مقدس ہے  
 کلام الہی سمجھا گیا ہے۔ اُس سے دینی احکام کا سبق لیا اور اُسکو خدا کا کلام  
 سمجھ کر تعظیم کرنا بوسہ دینا انھوں سے لگاتار دراصل وہ خدا کی تعظیم ہے۔

عین عدل ہے۔ بجائے اسکے اُس سے استنجا اور مبرز کو پاک کرنا نہایت ظلم  
 ہی۔ دیکھو ابھی قصہ و ہند ملکہ منظمہ کا حکم نکلو دیا جائے کہ تم فوراً اس لباس سے دیا  
 میں حاضر ہو تو ملک و جاگیر وغیرہ سے سرفراز کیا جائیگا یا اور کوئی حکم ہو اور بجائے  
 اسکے کہ اُسکو فخر سمجھ کر لو اور تعظیم کرو۔ اور تعمیل کرو۔ تم اُسکو پھاڑ کر اُس سے استنجا  
 پاک کرو تو کیا تم باغی طاغی نہ قرار دے جاؤ گے۔ ابھی جنابہ ملکہ منظمہ کی تصویر  
 یعنی بت سے کسی بد معاش نے بے ادبی کی تھی کیا وہ مجرم نہیں قرار دیا گیا  
 اگر ملجائے تو قرار واقعی سزا نہ دی جاتی۔ اسکے بعد اب غور طلب یہ بات ہے کہ عورت  
 جب خاص توالد و تناسل اور مرد کے آرام اور بچوں کی پرورش کے لئے  
 جسکو ہم ایک لفظ خانہ داری سے تعبیر کرتے ہیں بنائی گئی ہے اور نبویؐ  
 سے کوئی دوسرا کام اسکے لئے فرض نہیں ہوا تو اُسکو صرف اُس قدر تعظیم  
 جسمین وہ خانہ داری کے امور کو بفرقی حلال و حرام خوش اخلاقی کے ساتھ  
 جس سے اُسکا شوہر راضی ہو انجام دے سکے۔ اور صاف ستھری لاہرہ  
 رکھا اپنے فرائض دینی کو بھی ادا کر سکے۔ کافی ہے۔ جسکے لئے قرآن مجید اور  
 اُسکا ترجمہ اور بعض چھوٹی کتابیں مسائل فقہ کی راہ نجات وغیرہ کے سوا  
 و ترجمہ اردو مالا بدمنہ و ترجمہ اردو شرح وقایہ وغیرہ پڑھنا کافی ہے اگر زیادہ

اس سے ضرورت سمجھی جائے تو امام حجۃ الاسلام کی کیمیا سے سعادت کا تجربہ اکثر  
 بھی پڑھا دیکھ جائے۔ ایسی کتابوں کے پڑھنے اور اس پر عمل کرنے سے ضرور کہ  
 جملہ ضروریات دینی متعلق عبادات سے وہ واقف ہونگی اور ماعلاذنیہن بھی  
 اخلاق اُنکے درست ہونگے یعنی راستبازی اور حدود اطاعت شوہری  
 وغیرہ عمدہ باتوں کی عمدگی اور غیبت اور حسد اور باپ تول میں کمی بیشی اور دیگر  
 نسیہ اعمال کی بُرائی خوب اُنکے ذہن نشین ہو جائیگی۔ جس سے اُنکی دنیا بھی اچھی گئی  
 کیونکہ اغلب شوہر اُنکے اُنسے راضی رہینگے اور ذنیٰ نبوی نواد بھی اُنکو ہو چینگے۔ البتہ  
 ٹھوڑا سا حساب بھی جس سے ضرورت خانہ داری رفع ہو۔ کس کا کچھ اپنے ذمہ  
 رہ جائے اور نہ اپنا کچھ نقصان ہونے پائے سکھانا ضرور ہے۔ اسکے سوا سدیقہ  
 خانہ داری جسمین سینا پڑونا چکن وغیرہ نکالنا یا اور اس قسم کو نہر اور کھانا پکانا  
 وغیرہ بھی اُنکو سیکھنا ضرور ہے اسکے برخلاف اُنکو جغرافیہ اور فلسفہ اور طبعیات وغیرہ  
 پڑھانا اُنکے دین اور دنیا دونوں کا خراب کرنا اور گھر کی برکت اور شرافت کو  
 یک قلم گویا خیر باد کہنا ہے۔ وجوہ ذیل ملاحظہ ہوں۔ اول یہ کہ ہم علوم اُنکے دینی  
 یا دنیوی غرض میں کچھ کارآمد نہیں ہیں۔ اور نہ زیر عمل آسکتے ہیں۔ تو  
 فعل عبث اور باعث تضييع اوقات ہونگے۔ اور ایسے ہی مواضع کے لئے

کہا گیا ہے۔ کارِ خود کن کا ریگانہ مکن۔ دوسم جب علم عمل میں نہ آیا تو وہ  
 اس قول کا مصداق ٹھہر گیا۔ دوسرے رنج یہودہ بودند و سعی بیفائدہ کردند  
 کیے آنگہ اندوخت و شخورد و دیگر آنگہ آموخت و نکرد و علم خیرا کیے بیشتر خوانی۔  
 چون عمل در تونیت ناوانی نہ نہ تحقق بودند دانشمندہ چارپاے ہر کتابت  
 سوم ان علوم کی لایعنی تحصیل انکو اپنے اصلی فرائض دینی و دنیوی سے باز رہی  
 تعلیم کی عمر جو لڑکیوں کے لئے بہت ہی تھوڑی سی رکھی گئی ہے اسی فضلِ عبث میں  
 گزر جایا سکی۔ آخر کو شبیانی کے سوا کوئی چارہ نہوگا۔ اور یہ کہ افسوس کرنا  
 پڑ گیا کہ آئے تھے کیا ہم کر چلے بہت چنڈا اپنے ذمہ دھر چلے ہا اب  
 کوئی چھوٹا کتاب ہے کہ خانہ داری کا سلیقہ نہیں۔ ہانڈی کسی بد مزہ مکتی ہے  
 بیوی صاحبہ کو یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ اسپن کیا کسر ہے۔ توبہ توبہ وہ بھی  
 شریف کی لڑکی ہے جسکو غسل اور طہارت اور طہر کے مسائل نہیں معلوم  
 نہ نماز صحیح نہ قرآن صحیح۔ اسکے سوا بیوی صاحبہ کو کچھ نہیں آتا کہ فتناء میں  
 یہ کہتا ہے کہ زمین گردش کرتی ہے بطریقِ سوس کو خلاف ہے وہ آسمان  
 اور اسکے گردش کا قایل ہے۔ یا بادل جو کرتا ہے اور بجلی جو حکمتی ہے نہ  
 رعد ہے نہ برق ہے ابر کے ٹکرانے کی آواز ہے اور شرارہ۔ نہ خدا ہے نہ



عالم قدیم ہفتہ سے یون ہی چلا آتا ہے اور ہفتہ رہیگا کہاں کا حساب کہاں کی  
دوزخ اور بہشت کہاں کا عذاب و ثواب۔ مرد و عورت کے مساوی حقوق  
ہیں ہم کیوں اطاعت کریں شوہر خود ہماری اطاعت کرے کہ وہ محنت  
کے لئے بنایا گیا ہے ہم تو مازنین اور حسین ہیں آرام کے لئے بنائے  
گئے ہیں۔ ہمارے نرم اعضا، نراکت سے محنت کرنے کے قابل ہی نہیں  
ہیں۔ انکو ہم حاکم کیوں سمجھیں یہ تو جو رو کے مزدور ہیں۔ آخر اس تعلیم کا  
نتیجہ یہ نکلیگا کہ جسطرح ہم اکثر جدید تعلیم یافتہ مردوں کو دیکھتے ہیں کہ کجائی  
اس کے اطاعت خدا اور رسول اور اُولی الْأَمْرِ مِنْهُمْ یعنی علمائے  
اسلام کی کریں۔ قرآن کی تحریف بالمعنی اور تفسیر بالرائے اور انکار تنزیل  
و وجود جبریل پر اڑے ہیں۔ اور حالت نزول وحی کو معاذ اللہ من ذالک  
نقل کفر کفر نباشد مجنونانہ بڑے۔ اور تعداد ازواج کے انکار میں یہ اصرار کہ علماء  
دین تو کیا ہیں اکثر اجل صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو متکبر زنا و  
خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ستثنیٰ نہیں کرتے اور پھر بقول شیخ  
پچھٹے منہ ایسی بیبیائی کے۔ اسلام کا بھی نام لیتے ہیں۔ یہ عورتیں انہی  
بڑھکے نکلیں گی مسابہ حجاج کی طرح دعویٰ پیغمبری کا کر لگی۔ اور انکے جو ایسے علم

مردوں کے گھروں میں کہیں طاق وغیرہ پرفران شریف کی کوئی ملیر لکھی  
 ہے یا کسی قدر تلاوت اور نماز روزیکہ چرچا ہے۔ اللہ اور رسول کا نام  
 لیا جاتا ہے اور سب انہیں شریف راویوں کی برکت ہے۔ آئندہ یہ کچھ بھی نہ ہوگا  
 نیز پرتختہ اور برانڈی کی بوتل ہوگی۔ اور خود خود اس تعلیم کے نتیجہ کا اثر یہ ہوگا  
 کہ ہوا خوری فرض عین سمجھی جائیگی۔ کیسا حرام۔ کیسا حلال۔ کیسی حیا کیسی  
 غیرت۔ شوہر کمتر شوہر ان سمجھے جائینگے۔ اگرچہ ان مسماۃ کے طرف والوں کا  
 عین منشا یہی ہے۔ لیکن ابھی صاف صاف کہ نہیں سکتے۔ فقط ارمیوں کا  
 خوف یا شرم مانع ہے۔ خدا کو سمیع و بصیر تو کیوں ماننے لگے تھے۔ شاید  
 انکے نزدیک اُنکے اس دلی منشا کو کوئی نہیں جان سکتا۔ یہ بھی انکی سخت  
 نادانی ہے۔ بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ اُنکی سمجھ ایسی ہے کہ جسے مکتب کے  
 لونڈے کوئی بہانہ اور حیلہ پیش کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے بزرگ  
 یا استاد اسکو حیلہ نہ سمجھینگے۔ اگر اتنی سمجھ اُنکو ہوتی کہ یہ لوگ سمجھ جائینگے  
 تو ہرگز ایسا نہ کرتے۔ ہم اُن سے کہے دیتے ہیں کہ ہم تو ایک ذرہ بمقدار  
 علمائے اسلام موجودہ وقت کے سامنے ہیں۔ لیکن ہم ہی اُنکے ہر  
 اشارہ ہر کنایہ سے اُنکا اصلی مطلب سمجھتے ہیں۔ کیا انہیں یہ بھی نہیں

معلوم کہ ہندی مثل ہے۔ تانت باجی راگ بوجھا۔ وہ تو انہی ہونٹ کی  
 گالچے میں بھر چو شخص ان اقوال سے حکم کُل اِنَا یَتَرَشَّحُ بِمَا غِبَرِ  
 نتیجہ نکالے گا۔ وہ اسکے سوا کیا نتیجہ نکال سکتا ہے۔ یہ ان مسادہ کے طرف  
 والو نما عورتوں کو مردوں کے سطح تک پہنچانا ایسی تعلیم کا دلوانا زمانہ  
 اسکو لونگا سرکار کے طرف سے قائم کروانا۔ پردہ کے عہدہ مصالح اور  
 فواید سے قطع نظر کر کے اتہامی معایب قائم اور شریف ہو کر اپنی عورت  
 کی پردہ دری میں سرکار سے مداخلت کی درخواست کرنا۔ اور یہ لکھنا کہ  
 اگرچہ ابھی اُس درجہ پر یہ عورتیں نہیں آسکتیں جس درجہ پر یورپین لیدیائیں  
 ہیں لیکن بالفعل اسقدر اصلاح ہونی چاہئے۔ الخ۔ پکار پکار کے صاف  
 کہتا ہے کہ خاص منشاء انکا یہی ہے اور بس۔

اب ہم اُس تعلیم کے طریق کو بیان کریں گے جس کا ہونا عورتوں کے لئے عمل  
 بیان کر آئے ہیں۔ یہ تعلیم صرف شرفاء کی لڑکیوں کے لئے  
 جو اعلیٰ یا اُس سے ایک درجہ کم طبقہ میں داخل ہیں۔ اس طبقہ کے اُن خاندانوں  
 میں جس میں علم دین کی دولت اسوقت موجود ہے مرد و نکویہ کو شش کرنی  
 چاہئے کہ اپنے خاندان کی لڑکیوں کی خود اول تعلیم شروع کریں۔ اور

خود باپ یا حقیقی بھائی۔ ان کتابوں کی تعلیم کرے۔ اگر کوئی مسئلہ غل  
 وغیرہ کا ایسا پیش آئے کہ اُسکے بیان کرنے میں شرم یا حجاب مانع ہو تو  
 اُس شخص تعلیم کریو اُسے کو یہ چاہئے کہ اپنی عورت یعنی زوجہ کو اُسکا طریقہ  
 عمل سمجھائے اور بتلائے اور وہ اُس لڑکی کو سمجھا دیگی اور عمل کر لے گی جب  
 اس طرح کی چند لڑکیاں دو چار یا چند خاندانوں میں تعلیم یافتہ ہو جائیں گی تو خود  
 وہ معلمہ ہو کر اپنے گھر و نہین لڑکیوں کی تعلیم کر لے گی۔ اور عزیز و اقارب ہمسایہ  
 کی لڑکیاں بھی پڑھ جائیں گی۔ پھر مردوں کے پڑھانے کی ضرورت نہ رہے گی۔ اور اگر کوئی  
 دینی مقدرت خاندان شرفدار میں سے اپنے زنانہ مکان میں سے کوئی مکان  
 بھی خالی کر دینگے اور معلمہ کو بشرطیکہ وہ قبول کرے کچھ ماہوار بھی اپنے علوم ہی  
 یا انہیں لڑکیوں کے مابا پے دلو اور انکے بطور خندہ وغیرہ کے تو اچھا خاصہ  
 مکتب خانہ قائم ہو جاوے گا۔ لیکن پہلے پہل وہی توجہ مردوں کی ضرور ہے جس کا بیا  
 ہم ابھی کر چکے ہیں۔ حساب میں یہ کچھ ضرورت نہیں ہے کہ یہی جمع تفریق ضرب  
 تقسیم وغیرہ سکھائی جائے۔ بلکہ اُن گروں کے سکھانے سے بھی کام نکل سکتا ہے۔  
 چنگے ذریعہ سے غیبی ہراز وغیرہ حسابی کام اپنا نکال لیتے ہیں۔ لکھنے کی تعلیم  
 میں جو صاحب حقوق نسوان نے اپنے قلم کو زور دیا ہے وہ مرفوع و مقول

اسوجہ سے ہیں کہ انکی رفتار یہ دیکھی گئی ہے کہ جیسے کوئی بے قابو گھوڑے  
 پیو اڑتا ہے۔ اور اسکو اتنا ہوش نہیں باقی رہتا کہ ٹوپی کہاں گری۔  
 رومال کہاں جوتا کہاں۔ ہر چند کوئی بچار کر کہے بھی تب بھی نہیں سنا  
 ہوش ہی نہیں خبر ہی نہیں کہ میں کہاں ہوں کہ دھر جاتا تھا اب کہ دھر  
 جا رہا ہوں۔ یہ حضرت دلائل ثبوت دعویٰ لکھتے لکھتے خلاف مدعا  
 بھی لکھ جاتے ہیں۔ اور پھر خبر تک انکو نہیں ہوتی کہ میں تو عورتوں کو  
 مردوں کے مساوی سطح پر پہنچا دیتے ہیں۔ کہیں فرماتے ہیں شوہر و  
 اتعظیم ہیں۔ انکی اطاعت اور فرمانبرداری لازمی ہے۔ کہیں مردوں کی  
 فضیلت سے اور حاکم ہونے سے انکار اور یا این ہمہ اُس حدیث کو بھی ظاہر فرما  
 ہیں کہ نکاح کے بعد عورت مرد کی لونڈی ہو جاتی ہے۔ انکی اس قسم  
 کی تحریر اکثر عورتوں کی توبہ کا گویا نوٹو ہے کہ پہلے غصہ میں کچھ بک جاتی ہیں  
 بعدہ زور زور سے اپنے منہ میں آپ ہی طلبہ لکھے لگا کے توبہ کرنے لگتی  
 ہیں۔ ہذا قدر شکر فافہم اسی طرح اس تعلیم کی بحث میں ناولوں کے  
 دیکھنے کی ممانعت کرتے ہیں بلکہ گھروں میں ایسی ناپاک کتابوں کا انا  
 بھی جائز نہیں سمجھتے۔ اس سبب سے کہ ان سے فتنوں کا خطرہ ہے

دیکھئے احتیاط تو اس درجہ پر اور بے احتیاطی ہے تو یہ ہے کہ  
لکھنے کی تعلیم بھی دی جائے۔ اسمین جن فتنوں کا اندیشہ ہے وہاں تک  
نگاہ نہیں پہنچی۔ سچ ہے محبت کسی شے کی اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے۔ اب  
سنئے میں کئی جگہ بیان کر چکا ہوں کہ ہر چیز میں قدر تا نفع اور نقصان دونوں  
رکھا گیا ہے اور لیکن جب نفع زیادہ ہوا اور ضرر کم تو وہ نافع کہی جائیگی۔ اور جب  
ضرر غالب ہو تو مضر۔ اب دیکھئے کہ عورتوں کے لکھنے کی تعلیم دینے میں  
کون چیز زیادہ ہے۔ نفع صرف اس قدر ہے کہ بعض راز کی باتیں جس  
کسی دوسرے کو مطلع ہونا نہیں چاہئے اپنے شوہر کو لکھ سکتی ہیں۔ یا  
کسی قدر اپنا خانگی حساب متعلق خانہ داری اپنی یاد کیواسطے یا شوہر کے  
دکھانے کے لئے بشرطیکہ اُسے خرچ وغیرہ کا حساب لیتا ہے لکھ سکے  
امرا دل اگرچہ کسی قدر ضروری ہے لیکن اسمین بھی احتمال نقصان ہے  
یعنی ممکن ہے کہ وہ خط کوئی دوسرا شخص دیکھ لے۔ یا پکڑ لے۔ خواہ جہان  
لکھا گیا ہے وہیں خواہ جہان پھیل گیا ہے وہاں۔ اور وہ راز فاش ہو جائے  
اور اسمین کچھ فتنہ اور لرزائی جھگڑا برپا ہو۔ اور یہ گرفت ایسی ہوگی جس سے  
انکار یا بچاؤ ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ اسکی سند موجود ہوگی۔ برخلاف اس کے

جب لکھنا نہ آئیگا تو مجبوری سے ملاقات کیوقت بالمشافہ کہنے پر اٹھا رکھا جائیگا اور فائنل ہو نہ سکا اندیشہ نہ رہیگا۔

دوم ممکن ہے کہ اسوقت تک وہ شعلہ غضب جس نے اُس تحریر پر آمادہ کیا تھا یا وہ جھوٹی خبر جو باعث اشتعال طبع کا بتہ اور مکتوب الیہ ہو کر کچھ فساد برپا کر تحقیق میں بے اصل ٹھہر جائے۔ یا یہ کہ کوئی مغفری بطور افترا ایک جھوٹا جوابی خط بنا کر پہنچدے۔ کہ تم نے مجھے جو شستیا تمام لکھا تھا اور اُس میں ذرچوٹ کی تھی کہ مجھے اس قید سے چھڑاؤ اور نکال لے بھاگو یا سنکھیا وغیرہ اپنے شوہر کے لئے جو میرا قریب ہے منگوائی تھی یا اور کسی ایسے ہی فساد انگیز مضمون میں لکھدے۔ اور اس طرح اُس کو پہنچا دے یا مکان وغیرہ میں پھینکوا دے کہ شوہر یا اُس کے عزیز دیکھ لیں اور فساد برپا ہو تو اس میں جس فساد کی نوبت آئیگی وہ ایسا تیز اور خانہ سوز ہوگا کہ حقیقت تمام گھر میں آگ ہی لگ جائیگی۔ اور پھر جھگڑا نہ بھجھکیگی۔ گو وہ نیک نجت اُس سے بالکل بری ہو۔ خصوصاً ساس نہ دیورانی جٹھانی جس نے اکثر اچھا سابقہ بیاہ کے چند روز بعد ہی نہیں رہتا اور زن و شوہر میں پوری محبت ہونا اپنی بیوقوفی سے نہیں چاہتین۔ اور بھی اُس پر عاشقہ جڑ ہائیں لگی۔ اور وہ ایک کلنگ کاٹیکا جو اس جھوٹی

سے لگایا گیا کہی پشت مک ٹھہرائے نہ جھوٹا لگا۔ اس نیک نیت کی اولاد و برائی  
 برادری میں نہ بیاہی جاسکیگی بہر آفت اسکے علاوہ ہوگی۔ چہاں ہم یہ بھی  
 ممکن ہر کہ اس طریقہ سے ناجائز امور کے نسبت سلسلہ منبانی بھی ہو۔  
 اور تمام مراتب فساد کے جنکا میں ابھی اتہام کے ضمن میں ذکر کر آیا ہوں  
 واقعی ہوں۔ اور کھل جائیں کوئی تحریر کسی فریق کی کمر لیجائے۔ اور پھر  
 وہی فسادات ہوں۔ یا یہ کہ نہ کھلے اور اسکا وقوع ہو جائے جو امور  
 بذریعہ تحریر طے ہو چکے تھے یعنی بیگم صاحبہ سارن کر کے کسیے ساتھ بھاگ  
 جائیں۔ یا شوہر کو جو غل عیش اور کانٹے کی طرح سمجھا جاتا تھا زہر وغیرہ  
 دیکر قصہ ہی پاک کر دیا جائے۔ ع کا نسا نکل گیا مجھے کھٹکا نہیں رہا۔  
 جیسا کہ اس وقت دیکھا جا رہا ہے کہ بعض کوتاہ اندیش شرفا کی لڑکیوں کے طرف سے  
 ناپاک مضمون لکھ کر اخباروں میں چھپوا رہے ہیں حالانکہ ان نیک نیت لڑکیوں کو  
 اسکی اطلاع تک نہیں ہے بڑی خیریت یہ ہے کہ انہیں نہ اس قسم کا مادہ  
 فاسد ہے اور نہ لکھنا جانتی ہیں اگر جانتی ہوتیں تو کیسا کچھ غلطہ برپا ہوتا  
 اور کیا کچھ اور کس کس پر مظہر ہوتا لیکن مجھ بھی یہ جاننے والے ہی جانتے ہیں غیر  
 لوگ تو جان نہیں سکتے۔ اس سے تو انکار نہیں کیا جاسکتا کہ موجودہ صورتیں



باوجود جہل اور قیود پردہ کے بد چلنی ممکن نہیں ہے۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ ایسا  
 موقع ہی کم دیا گیا ہے۔ اور حیا کہیں ہے وہاں ضرور غیر عورات بدکار  
 کی آمد رفت اور بے احتیاطی پردہ و نفص حفاظت اس کا ظاہری باعث ہے۔  
 پس خلاف عقل ہے۔ خود ہی آگ لگانا اور پھر بانی کے لئے دوڑتے پھرنے  
 مصرعہ چرکار کے کنز عاقل کہ باز آید پشیمانی بہ اس سے زیادہ لکھنڈ فضول  
 ہے کیونکہ میرے ہمسفر و ہم خیال مولوی حیدر اللہ خان صاحب مؤلف رسالہ  
 رد المجہوب نے اچھی طرح اس کو قول بزرگان دین و حکماء بھی ثابت کر دکھایا  
 کہ کینے عورات کے لکھنے کے تعلیم کو بچھو سے مثال دی ہے کہ بچھو میں اور  
 بھی زہر پیدا کیا جا رہا ہے کسی نے لکھا ہے کہ تیر کو زہر کے بانی میں بچھایا جاتا ہی  
 اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اقوال نہایت قابل غور اور عمل کے ہیں خصوصاً  
 یہ قول کہ اپنی عورات کے پر پرواز قینچی سے تراش دیا کرو۔ پھر بجائے اس کے  
 آنکو پر پرواز کا دینا کیسی بے عقلی ہے۔ یہ بھی جان لینا چاہئے کہ یہ قول کس  
 شخص کا ہے جس کے نسبت خصوصاً علی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ لوگا  
 بعدی نبی فکان عمر اور اسکے مناقب میں ہے کان را بہ مطابق  
 بالوحی والکتاب جیسا کہ اسیران بدر کے معاملہ میں اور حجاب کے

بارہ مین اور اس طرح کئی جگہ واقع بھی ہوا۔

## سہیلی طبقہ کی تعلیم

مسماۃ کے طرف والوں کا چونکہ اصلی مقصد وہی تھا جسکو میں ظاہر کر چکا ہوں اس لئے ایسی مفید تعلیم کے طرف جسکا اشد ضروری ہونا غالباً بے فرقہ اور طبقہ کے مسلمان اور ہندو باشندے ہندوستان کے بلاچون و چرا تسلیم کر لینگے انکا خیال ہی نہیں گیا۔ اب میں لکھتا ہوں۔

اس سرخی میں جس طبقہ کا ذکر ہے اُس سے میری مراد وہ طبقہ ہے جس میں اکثر خدمتی عورت۔ ماما۔ اسیل۔ ناین۔ پھنگن۔ وغیرہ ہندو جنمیں پر دہی چندان قید نہیں ہے۔

دیکھا جاتا ہے کہ شرفاء کی عورات کو جس کام کی ضرورت اپنے خانہ داری میں ہوتی ہے اس طبقہ سے خدمت کے واسطے عورات مل جاتی ہیں لیکن انکی خاص بیماریوں اور زوجہ خانوں میں جس قسم کی عورات درکار ہیں نہیں مل سکتیں۔ اگرچہ بعض شہروں میں کوئی قابلہ ہوشیار تلاش سے مل بھی جائے۔ لیکن وہ اکثر ضعیفہ اور کم روز بھی ہوتی ہیں۔ اور جو کام چاہئے اُسکو پورے طور پر کر نیکی انہیں استعداد ہوتی ہے نہ قوت خصوصاً ذہنی کے وقت

جب لڑکا رحم میں مر جاتا ہے یا پھنس جاتا ہے تو اُن سے کچھ کام نہیں ہو سکتا  
 زندہ تشریح جانتی ہیں نہ ڈاکٹری اپریشن وغیرہ۔ اگرچہ بعض اُسے بھانپتا  
 یا شہر میں کوئی لیڈی صاحبہ ہیں لیکن بدین و تھکے ضرورت غالباً ہر مقام پر ہوتی  
 ہے اس لئے یہ کام کافی نہیں اور اکثر انکی فیس کا بامقصد نہیں اٹھا سکتے۔ پس یہ  
 موقع پر اکثر خاندان کی عورت خود مریض یا اُنکے عزیز و نزدیک عورت کو مانگنے  
 گھر کے مرد کو اس طرح کی بے غیرتی کہ مرد ڈاکٹر اگر اُنکو دیکھے اور بچے کو کاٹ کر  
 نکالے نہیں گوارا ہوتی۔ ذہنی کام کرنا گوارا ہوتا ہے۔ اور کتر مجبوری سے بقول  
 شخصے مرنا کیا نہیں کرنا گوارا کرنا پڑتا ہے۔ بہر حال صورت اول ہو یا دوم ضرور  
 یہاں ہر موقع اور قابل اصلاح اور انتظام ہے۔ اس لئے ضرور ہے کہ اس طبقہ  
 میں سے کچھ ایسے عورت تیار کیا جائیں جنکو باقاعدہ تعلیم اسٹین کی کیا جائے۔  
 کیونکہ ہم اپنے وقت میں اس سے زیادہ ضرورت کسی چیز کی عورت کے  
 متعلق نہیں دیکھتے ہیں۔ یہ بہت بڑا سلوک ہے عورت کے ساتھ سہ ماہی کی طرح  
 والے اگر اس تعلیم کا ذکر کرتے اور توجہ دلائے تو تمام اقطاع ہند کی ہر قوم  
 کے لوگ اُنکے ساتھ ہمدرد ہو جاتے۔ اب ہم اس تعلیم کا طریقہ بتلا رہے ہیں کہ اس  
 طبقہ کی لڑکیاں جنکی عمر آٹھ برس کی ہو شفا خانوں میں جہاں انگریزی ڈاکٹر

ہو تعلیم کے لیے بھیجی جایا کریں۔ اور جب تک وہ غیر مستہاتہ رہیں یعنی  
 بارہ برس کی عمر تک اس فن کو سیکھیں ڈریسری سے لیکر ڈاکٹری تک  
 اور گورنمنٹ سے بھی درخواست کی جائے کہ زمانہ اسکولوں میں جہاں اکثر  
 اس طبقہ کی لڑکیاں پڑھائی جاتی ہیں۔ وہاں بجائے دوسری نوشت و خواندہ  
 تعلیم کے جسکی ضرورت اس طبقہ کو چندان نہیں ہو اس تعلیم کی شاخ کھولجائے  
 خصوصاً کوئل فنڈ میں جو اسکول فنڈ بھی شریک ہے اس سے یہ کام لیا جائے  
 کیونکہ یہ ایک ہزار فہ عام کام ہے۔ اول تو ان لڑکیوں کو خود ہی بہت فائدہ  
 پہنچے گا۔ اس پیشہ کے ذریعہ سے اپنی اوقات بخوبی بسر کر سکیں گے بلکہ بہت کچھ سیکھ  
 حاصل کر سکیں گے۔ اور نہایت قدر سے رہیں گی اور ہمیشہ انکی قدر رہیگی۔ کیونکہ  
 یہ ضرورت الوقت نہیں ہے بلکہ ہر رے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے  
 خاندان کو بھی اکثر جسکی ضرورت ہمیشہ رہیگی۔ اگر انگریزی گورنمنٹ اس میں توجہ فرمائے  
 تب بھی ہر ویسی ریاست کے منتظمین کو لازم اور واجب ہے کہ اپنی ریاست  
 میں جس تدبیر اور رقم سے ہو سکے اس ضروری تعلیم کو جاری فرمائیں کہ یا  
 ایک قسم کا حفظ آب و عورات کا ہے خواہ وہ کسی طبقہ کی کیوں نہ ہوں۔ اور  
 ہزاروں بلکہ اس سے بھی زیادہ عورتوں کی جانوں کی حفاظت بھی ہوتی ہے

ہر چند عقیدہ ہر فرقہ کا جو یا ہر کسی مذہب کا ہے یہ ہے کہ موت سے کوئی  
خیر بجا نہیں سکتی۔ لیکن تدبیر سے اور علاج سے تو کسی کو انکار نہیں ہو سکتا  
بلکہ اگر امر اور قوم کے بھی اس تعلیم کے خراج میں چندہ وغیرہ سے شریک ہو جائے  
تو بہت جلد کامیابی ممکن ہے۔

### حصہ سوم پر وہ اور اسکی آیات

وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ  
اور مسلمان عورتوں سے کہو کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں۔

وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا

اور اپنی شر مگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کرنے دین مگر

مَآظِهِرَ مِنْهَا وَالْيَضْرِبِينَ بِخِمَرِهِنَّ عَلَى جُوبِهِنَّ

جو ان میں سے کھلا رہتا ہے۔ اور اپنے سینوں پر دوپٹوں کے ٹکڑے مارے رہیں

وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ

اور اپنی زینت کو ظاہر نہ ہونے دین۔ مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ پر

أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ هُنَّ أَوْ أَبْنَاءُ بُعُولَتِهِنَّ

یا اپنے خاوند کے باپ پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے شوہر کے بیٹوں پر

أَوِ اخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ

یا اپنے بھائیوں پر یا اپنے بھتیجوں پر یا اپنے بھانجوں پر

أَوْ نِسَاءَهُنَّ أَوْ مَمْلُوكَاتٍ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ

یا اپنی عورتوں پر یا اپنے ہاتھ کے مال پر یا غلاموں پر کہ مرد تو ہیں

غَيْرُ أُولَى الْأَرْبَابَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ

(مگر عورتوں) غرض نہیں رکھتے۔ یا لڑکوں پر جو عورتوں کے

لَمْ يَظْهَرُوا عَلَى عَوْرَتِ النِّسَاءِ وَلَا يَضُرُّنَّ

پروردہ سے اگاہ نہیں۔ اور اپنے پاؤں ایسے زور سے

بَارِجُلِهِمْ لِيَعْلَمَ مَا خُفِيَ مِنْ زِينَتِهِمْ ۚ وَ

نہ رکھیں کہ اُنکے اندرونی زیور کی خبر ہو۔

تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

اور مسلمانوں! تم سب اللہ کی جناب میں توبہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

اس آیت کے اوپر مرد کو حکم دیا جا چکا ہے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھو اور

حفاظت کرو اپنی شرمگاہوں کی۔ اُسکے بعد واو عطف کا لاکر عورات کو حکم

دیا گیا ہے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ جل شانہ نے انسان کو شرف

الخلق و قات بنایا ہے اور یہ سلسلہ سلسلہ ہے جس کا اقرار جمیع اہل مذاہب و حکماء  
 کو ہے۔ چونکہ اس سے نظام عالم متعلق کرنا تھا اور وہ کام لینے تھے جس سے  
 زمین اور آسمان نے انکار کیا تھا لہذا اس کو وہ تعلیم بھی دینی ضرورت تھی جس سے  
 انکا شرف ظاہر ہو اور متعلقہ کاموں کی اُس مین صلاحیت پیدا ہو بخلاف کائنات  
 ظاہری ایک کام یہ ہے کہ دیگر حیوانات سے چند دنیوی کام متعلق کر لیں  
 اور اسکے ذمہ تمام تر دنیوی معاش اور نظام عالم اور نیز معاد کا بوجھ رکھ دیا گیا۔  
 لہذا دیگر حیوانات ہر طرح آزاد کر دی گئے۔ اکل و شرب و جماع وغیرہ میں۔  
 اور انسان کو چونکہ اشرف بنایا گیا تھا اور شرافت مقتضی امتیاز تھی اس لئے اس کو  
 پابند اکل و شرب و جماع میں کیا گیا۔ تاکہ اکل حلال سے جسم میں خون لطیف پیدا  
 ہو اور اُس سے مادہ شرافت اور حب سطح عام حیوان آزادی سے مآہن غیر کی  
 مادوں پر چڑھ نہ بیٹھتے ہیں اور اُس سے اولاد نطفہ نہ تحقیق اور بداصل پیدا نہ ہو  
 جو منافی شرافت ہے۔ بنی نوع انسان اس سے ممتاز رہے۔ اس لئے  
 حرام حلال مباح وغیرہ احکام کے قیود ان پر ڈالے گئے۔  
 اب ان تین قیود کو یاد رکھنا چاہئے اور اسکی مختصر شرح بھی سنلینی چاہئے۔  
 حرام وہ ہے کہ جس کا ارتکاب اکلاً و شرباً و فعلاً سخت ممنوع ہے یعنی جرم

کی حد تک پہنچتا ہے۔ اور اس میں پھر مدارج بھی ہیں بلحاظ سنگینی اور  
 اور خفت کے اور سہر دلیری اور اصرار اور بخونی بغاوت کی حد تک پہنچتی ہے۔  
 جس کا نام کفر اور طغیان ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ اور اسکی ضد حلال  
 حسین کی طرح کا اندیشہ نہیں اُسکے ارتکاب میں کوئی خوف نہیں۔ اس میں بھی  
 مدارج ہیں۔ بعض کا اکثرا باعثِ ثواب <sup>میں</sup> بھی ہے۔ ان دونوں میں حد <sup>اصل</sup>  
 مباح ہے۔ جسکی ایک حد حرام سے ملی ہوئی ہے۔ اور دوسری حد حلال سے۔  
 اسکے واسطے مختار قول یہ ہے کہ وقت ضرورت شدید یا کسی غیر شدید ضرورت  
 میں بھی اگر ارتکاب ہو جائے تو موجب گناہ نہیں۔ اسی کا نام سیر بغی آسانی  
 جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے پس حلال کی حد تک قائم رہنے کا نام تقویٰ ہے  
 کیونکہ مباح جسکی ایک حد حرام سے ملی ہوئی ہے ششبتہ حالت رکھتا ہے اور  
 ایسی حالت سے بچنا اولیٰ ہے۔ اور حلال سے تجاوز کر کے مباح تک بھی  
 اتنا داخل فتویٰ ہے۔ کیونکہ اُسکی ممانعت دوسرے کے خلاف ہے۔ اور حکم میں  
 تنگی باعث تکلیف ہے۔ احتیاط اگرچہ عمدہ ہے لیکن حکم میں داخل نہیں ہو  
 چونکہ اللہ جل شانہ نے مومنین اور مومنات کو زیادہ تر پاک اور اشراف  
 بنایا تھا تاکہ قول کریم **الیوم اکملت لکم دینکم** و تمتمت



علیکم نعمتی کو ظاہر ہی نغما سے بھی پورا کر دکھائے۔ لہذا ان  
 آیات کریمہ میں صرف مومنین اور مومنات کے طرف خطاب فرمایا۔ پہلے حکم دیا  
 مردوں کو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھو۔ پھر عورتوں کو کہ تم بھی اپنی نگاہیں نیچی  
 رکھو۔ اس میں مصلحت یہ تھی کہ نہ مرد اور نہ عورت کے طرف دیکھے نہ عورت  
 غیر مرد کے طرف لے کیونکہ باعث ہیجان مادہ شہوانی زیادہ تر نگاہ سے اور اس میں  
 ایک کشش ایسی رکھی گئی ہے کہ جب دیریک نگاہ لڑائی جائے تو وہ جز  
 جبرنگاہ کی گئی ہے۔ یعنی منظور کچھ متعید اور مغلوب اور معمول سا ہو جاتا  
 جسکی پوری شہادت بتی اور شیر و غیرہ جانور و نکاشکار کو گھورنا اور بعد تاک  
 لگانے کے جھپٹکر لے لینا۔ اور سمرنیم کا عمل ہو جو وہ ہے۔ حق یہ ہے کہ نگاہ اور  
 سحر ہے۔ تیر ہے۔ سنان ہے۔ دیکھئے شعرا نے ہر زبان میں سکو  
 کیا کیا کہا ہے۔ اور جو کچھ کہا ہے سب بجا ہے۔ تجربہ کار خود اسکو جانتے

۵۱ واضح ہو کہ یہ حکم لفظ سن تعریفیہ کے ساتھ بعض کے نزدیک ہوا ہے جیسا کہ تفسیر  
 سراج المنیر وغیرہ سے ظاہر ہوتا ہے اور جلالین اور اسکے حاشیہ کمالین وغیرہ سے پایا جاتا ہے کہ سن صلیکام  
 یا زاید بہر کف نگاہ سے وہ نگاہ مراد ہو جو عورت اجنبیہ کی طرف عدا ہو۔ کیونکہ ایسی نگاہ حرام ہوگی ورنہ  
 ہر وقت ہر نگاہ کا نیچے رکھنا ممکن نہ تھا۔ اور انجام کار و بار دنیاوی کا بار سب

ہیں۔ سمجھتے ہیں رنجیر خود نہیں گذری ہے۔ اُنہوں نے بھی کہیں نہ کہیں تیرنگاہ کا بسمل دیکھا ہی ہوگا۔ یہی آنکھ کسخت دلوں کا چاہ میں دالتی ہے۔  
 کہیں نہ جھکاتی ہے۔ سچ کہا ہے ۵ تاکا جسے بسمل کیا دیکھا جسے مارا۔  
 اُس آنکھ سو ڈرے جو خدا سے نہ ڈرتی آنکھ، شاید اپنے ہزاروں آنکھوں کو لکھا  
 قصہ عشق سنا ہوگا اور بہتوں کو خراب اور تباہ اور دل کلیمہ تھامے پھرتے دیکھا  
 ہوگا۔ لیکن کسی اندھے کو نہ دیکھا ہوگا کہ وہ کسی حسین عورت کا شوق ہو۔ غرض  
 اس بیان سے یہ ہے کہ قرآن مجید کی ایک لفظ کی تعلیم کو دیکھنے بھان میں  
 کیا جامعیت ہے۔ آگے نہ جائے اسی مقام پر پردہ کی اُولویت کا استخراج  
 بھی ہوتا ہے۔ یعنی مَنَارُ یُخْضَوُا اور یُخْضَضْنَ کا یہ نکلتا ہے۔ کہ نہ مرد باغی  
 عورت کے طرف دیکھے اور نہ عورت اجنبی مرد کے طرف تو یہ نہ شاذ نہ ہی الہی کا کامل  
 اُیلو قوت اور ہوگا جب عورت پردہ سے باہر نہ نکلیں نہ نکلیں نہ اپنے آپ کو  
 مردوں کو دکھائیں۔ نہ خود مردوں کو دکھائیں۔ گویا بنیادِ فتنہ ہی کھود ڈالی گئی۔  
 بلکہ اسی لفظ سے علانیہ نکلتا تو ایک طرف تاکنا جھانکنا بھی مجھو کون اور کھو کون  
 اور رازوں سے ممنوع ہو گیا۔ اور عمدہ طریق عمل ہر کام میں یہی ہے کہ  
 حق الوسع اُولویت کو ماتہ سے نہ دینا چاہئے۔ اس واسطے کہ سب سے اعلیٰ

یہی رکھا گیا ہے اور اس درجہ کا عمل کرنا والا کبھی عقلاً، حکماء کے نزدیک  
 مطعون نہیں سمجھا جاسکتا۔ اگر حُفّا، طعن کریں تو کیا کریں آفتابِ رخسار  
 ڈالاکرین انہیں کے چشم سر کا زیان ہے۔ اس کے بعد حفاظت فروج یعنی  
 شرمگاہ کا حکم دیا گیا۔ یہ ضرورت اسوجہ سے داعی ہوئی کہ شرافت کا ملقاہ  
 رہے۔ دنیوی زینت کی دو چیزیں رکھی گئی ہیں۔ جسکی شہادت اس آیت  
 کریمہ سے نکلتی ہے الْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا  
 پس ضرور ہو کہ وزینۃ طینہ اور مال ظاہر مومنین کو عنایت ہو۔ مال کے لئے دیکھو  
 پر احکام فرمائے گئے ہیں وزینۃ طیبہ کے تدابیر اور فادات سے بچنے کی ترکیبیں  
 بیان فرمائی گئی ہیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اہل اسلام میں صحیح النسب یعنی حلالی  
 اولاد کا ہونا ضرور ہے۔ کیونکہ انکے ہاں میراث کے احکام بھی بہت تشریح  
 سے خود کتاب اللہ میں موجود ہیں۔ چنانچہ طلاق کے بعد عدت تین حیض  
 کی اور شوہر کے وفات کے بعد چار ماہ دس دن کی اس لئے رکھی گئی ہے۔  
 جسمین اولاد شتبہ نہو۔ اور اولادنا تحقیق کو ترک نہین ملتا۔ اگر یہ نہ کیا جاتا

۱۲ واضح ہو کہ شرم گاہ وہ ہے جسکا چھبانا فرض ہو جسکی مراحت آگے کی گئی ہو۔ چنانچہ  
 حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب قدس سرہ اسکا ترجمہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ دونوں حالتیں مقصد واحد

دنیا کے انتظام میں بہت بڑا مفساد میں پڑتا جس سے بہت بڑے جھگڑے اور نزاعات اور کھڑے ہوتے۔ اور شرافت کا ملکہ جو انسان کو عطا ہوئی ہے اور سنانہ و غیر ختم ہوئی ہے قائم نہیں رہ سکتی۔ اس لئے ضروری ہوا کہ حفظ فروج جسے حفظ نسب و نسل مقصود ہے کی جائے۔ چونکہ اصل مقصود صرف یہ تھا کہ صحیح قائم رہے۔ اور اشتراک زوجہ میں اور اولاد میں باعث نفاق و خون ریزی یا ہی مسلمانان و برہمنی انتظام معاش اور پیدگی انفصال خصوصیات تھا۔ اس لئے یہ فرید لطف الہی شامل حال فرمایا گیا۔ کہ شاید حکم سابق سے تجاوز ہو جائے یعنی نگاہیں نیچی نہ رکھ سکیں تو آخر وقت تک حفظ کے حکم کا خیال رہیگا۔ دوم یہ کہ اگرچہ مومنین اور مومنات کو نگاہ نیچے رکھنے کا حکم دیا گیا۔ لیکن دیگر مذاہب کے لوگوں پر تو کچھ اسکی تعمیل فرض نہ تھی کہ وہ بھی ان عورتوں کی طرف نہ دیکھیں یا دوسرے مذاہب کی عورتیں مسلمان مردوں کو نہ دیکھیں چونکہ اس طرف سے بھی فتنہ کا خوف تھا لہذا اس فتنہ سے بھی بچنے کیلئے حفظ فروج کا مسلمان مردوں اور عورتوں دونوں کو حکم دیا گیا۔ اور اسکے پہلی رانی اور زانیہ کو سخت سزا کا حکم سنا دیا گیا تھا کہ عدم حفاظت کا نتیجہ یہ ہے۔ اب دیکھنا چاہئے کہ حفاظت کا حق کیونکر ادا ہو سکتا ہے۔ حفاظت کے لئے

سب سے پہلے جو امر ضروری ہے وہ ستر و اخفا ہے۔ عموماً جس چیز کو  
 محفوظ رکھنا چاہتے ہیں اُسکو اُس شخص یا اُس جانور یا اُس چیز سے جو اس  
 حفاظت ہے چھپاتے ہیں اور بچاتے ہیں۔ اور ایسے موقع پر کہتے ہیں  
 جہاں اُنکا قابو اور دسترس نہ ہو۔ اور بالائیں ہمہ یہی اُسکو دیکھتے رہتے ہیں  
 اُسپر نگاہ بان مقرر کرتے ہیں۔ مثلاً کوئی شخص ایک جوڑا مرغ اُھیل کا یا ایک  
 جوڑا عمدہ کبوتر کا یا ایک عمدہ عربی گھوڑے کا جوڑا یا ایک عمدہ سکاری کتے کا  
 جوڑا۔ اس غرض سے پالے کہ انکی نسل صحیح بلا اشتراک قائم رہے تو وہی  
 کیا کچھ اہتمام انکی حفاظت نسل میں کرنا ہوگا۔ مرغی یا کبوتری یا عربی مادیان  
 یا سکاری اُس کتیا کو کبھی سطح آزاد نہ چھوڑ سکے گا کہ اُسپر دوسرے نر کا  
 دسترس ہو۔ خواہ خواہ اُنکو محفوظ جائے میں رکھیں گا جہاں دوسرے نر کا  
 گزر نہ ہو یا کوئی شخص جو اس حفاظت کا دشمن ہے وہاں ہونچکر کوئی خرابی  
 برپا نہ کرنے پائے۔ بلکہ اگر ایسا کھسکا ہے تو کوئی نگہبان بھی مقرر کرے گا کہ وہ  
 کسی کو آس پاس بھی نہ آنے دے۔ غرض انہر جلشانہ نے اس لفظ میں عجیب  
 عجیب رمز رکھے ہیں کہ پوری تعمیل اسکی جیسا کہ مثالوں سے ظاہر کر دی گئی پھر وہی  
 اولویت کے ساتھ ہے کہ بردہ اور چشم اغیار سے پوشیدگی رہے۔ دیکھو کای

خزانہ کا کیا انتظام ہے یا اینکه چور و کٹی یاد کو و کٹی سخت سزا میں مقررہ ہیں اور  
 اس کا عمل دار و گیر اور سزا وغیرہ کا جاری ہے جس کے لئے پولیس اور مجسٹریٹ جیسا  
 معین ہیں لیکن پھر بھی اس کو محفوظ جگہ میں بطور مخفی رکھا گیا ہے اور اسپر جارجیا  
 اور محافظین مقررہ ہیں اور ان کو یہ حکم ہے کہ سوائے چند ملازمین وغیرہ کسی  
 غیر شخص کو خصوصاً تنہائی میں اور شب کے وقت ارد گرد بھی نہ بھٹکنے دیں  
 اگر کسی کا رخ اس طرف دیکھیں تو فوراً ٹوکیں۔ دو بار کے روکنے پر بھی اگر تکرر  
 تو گولی مار دیں یعنی قبل اسکے کہ وہ خزانہ کے صندوق تک پہنچے یا مکان  
 خزانہ کے قفل کو اتار لگائے۔ غرض ان سب مثالوں سے یہ ہے کہ  
 شرط حفاظت ضروریہ ہے کہ شی محفوظ کو قبل اسکے کہ اسپر کسی کو دسترس ہو یا  
 جرت اس قسم کی ہوا سطح محفوظ جائے میں محفوظ طور پر پوشیدہ وزیر جرت  
 و نگہبانی رکھا جائیے۔ کہ نوبت ہی کیسے دسترس کی نہ آئے۔ اس موقع پر بھی  
 کہیدنا ضرور ہے کہ دیگر اشیاء کی حفاظت سے بہت زیادہ عورت کے لئے چھان  
 درکار ہے کیونکہ حملہ دیگر شہاز میں ایک ہی طرف خواہش اور جذب ہو آہی۔  
 مثلاً خزانہ وغیرہ کے طرف عرف چورڈا کو وغیرہ راغب ہوتے ہیں۔ رو بہ خود نہیں  
 سے کسی کے پاس نہیں جانا جاتا ہے۔ اور نہ جاسکتا ہے۔ مرد اور عورت

میں دونوں جانب جوش اور جذب رکھ گیا ہے۔ اور پھر وہ جوش اور جذب  
 اس قسم کا ہے کہ جسکی مثال نہیں ملتی مغالطیس اور آہن میں جوشش  
 وہ بھی تھلج ہے۔ قرب اور مقابل ہو چکی۔ اور یہ وہ مقابل سے ہٹا جائیں  
 یا کوئی شے واجب ہو جائے تو کشش بیکار اور فرو ہو جاتی ہے۔ یہاں نگاہ  
 سے تعریف سن سے بے نیکی عورت کی آواز سے زیور کی آواز کی  
 لباس اور ستر کی خوشبو سے غرض ہر طرح سے ایک قسم کی خواہش مرد کو  
 پیدا ہوتی ہے۔ اور علی ہذا عورت کو بھی۔ جدائی اور تیزی ہوتی ہے۔ اور اہل  
 سال صرف ایک نگاہ کے دیکھ لینے سے خیال رہتا ہے اور خیالی تصور برسر  
 معلوم نہیں کیا کیا بد افعالیان اور عصیان اور وار د انین کرتا ہے۔ ان لوگوں  
 دلاتا ہے۔ ہر عاقل اس امر کو جان سکتا ہے کہ جب دو نوظرف اس بلا کی کشش  
 دی گئی ہے تو کیا کچھ اسکی حفاظت میں اہتمام درکار ہے۔ اللہ جل شانہ نے  
 اپنے تمام پاک کی اس آیت میں ہر ایک لفظ اسی اہتمام میں فرمائی ہے اور اس  
 علاوہ سزا کے زانی اور زانیہ ایسی سخت مقرر فرمائی ہے کہ جس سے ہمتیں اور  
 ارادے بدکاروں کے ٹوٹ گئے۔ اور زیادہ تر اہتمام کی ضرورت عورتوں ہی  
 متعلق تھی کیونکہ مردوں کو بہت سے کام دنیوی اور قال اور جہاد کرنے پڑتے

ہیں لہذا انکے نسبت صرف اس قدر حکم دیا گیا کہ ستر عورت زیر ناف ہو گھٹنوں  
 سمیت فرض کیا گیا۔ اور اسکا کشف سوائے اپنی زوجہ کے ممنوع ہوا۔ اور  
 نگاہیں نیچی رکھنی اور حفظ فروج کا ارشاد ہوا۔ لیکن عورات کہ بموجب ارشاد  
 خداوندی لیسٹ سکن الیہما یعنی تسکین مرد کے لئے بنائی گئی ہیں۔ اور گو  
 تمام سامان بھی مردوں کے تسکین کے لئے گئے۔ یعنی حسن و جمال دہری  
 ماز و کرشمہ۔ ذاتی خوبیوں کے سوا بالائی بھی تمام ریختیں زیور اور لباس  
 رنگین و حریر و اطلس اور سی اور ہندی وغیرہ سب انکو معاف ہوئیں اور  
 بہرہ بہ دام بلامردون کے لئے تھیں۔ جس سے مردوں کو اغضاض بصر و  
 حفظ فروج ممکن نہ تھا۔ لہذا انکے لئے زیادہ روک ٹوک کی ضرورت واقع ہوئی۔  
 اور ظاہر ہے کہ انکے زیادہ بچانکی ضرورت ہی تھی کیونکہ انکے بگاڑ نسب کا بگاڑ ہے  
 اور مرد کا بگاڑ صرف تخم کا ضایع کرنا ہے۔ اسلئے انکا تمام جسم عورت کیا گیا۔ جسکو  
 معنی لغت کی رو سے شرم کی جگہ و پنهان کردنی ہے۔ یعنی ہونے سر سے  
 لیکر تا ناخن پا۔ لیکن چونکہ اس میں ایک قسم کی سختی تھی لہذا بنظر تسیر اتنی اجازت  
 دی گئی کہ کف و پشت و دست اور انگلیاں اور چہرہ کا چھپانا فرض نہیں کیا گیا۔  
 جسکے معنی یہ ہوئے کہ حکم ضرورت اگر انہیں سے کام کاج کے لئے کچھ کھل جائے تو



مضائقہ نہیں۔ اگرچہ یہ بھی کہ قدر مانع حفاظت کاملہ اور باعث سہجان مرد ہو سکتا ہے مگر یہ بھی خیال کر نیکی قابل ہے کہ اگر اس قدر بھی اجازت ندیجاتی تو ہر عورت جسکے پاس کوئی خادمہ یا محرم مرد نہ ہوتا نہایت سختی میں پڑ جاتی ہے ذاتی اور دنیوی حوائج ادا نہ کر سکتی۔ اور یہ اس تقسیم کی رو سے جو حلال حرام و مباح میں بیان ہو چکی ہے۔ مباح کے حکم میں داخل ہے جس سے احتیاط اولیٰ ہے۔ اسکے آگے ارشاد ہوا ہے۔ **لَا یُبَدِّلُ مِنْ زِينَتِہِ** یعنی اپنے زینتوں کو ظاہر نہ ہونے دین۔ یہ بھی ایک بڑی تدبیر حفاظت ہے کیونکہ زینت ایک بڑا مقدمہ سہجان مادہ شہوانی ناظرین کا ہے۔ اور جب اس سے سہجان پیدا ہوا تو فسادات کا قوی احتمال ہے لہذا یہ نہی خدا جسکی سخت ضرورت تھی فرمائی گئی۔ گویا فتنہ کے قریب ہی نہ جاؤ۔ واضح ہو کہ یہ ابھی بیان ہو چکا ہے کہ عورت کو اپنا تمام جسم چھپانا سوائے سر سمیت فرض ہے۔ باستثناء کھٹنوں سے ہاتھ اور چہرہ کے اس قدر جتنا کہ نماز میں کھاتا ہی یہاں تک کہ اس سے زیادہ اگر کھل جائے گا تو نماز فاسد ہو جائیگی۔ اور یہ بھی خوب سمجھ لینا چاہئے کہ اس کپڑے سے سر درست نہیں ہے جس سے جسم یا رنگت جسم کی نمودار ہو۔ اس موقع پر لفظ زینت کا مراد لایا جو عام ہے

اس میں ہر چیز زینت کی داخل ہو گئی۔ یعنی لباس عمدہ قیمتی ارقبیل حریر وغیرہ اور زیور اور رنگ اور خوشبو اور مٹی اور سرمہ اور نگھی چوٹی اور جسم کی کھچاؤٹ اور چھب اور کھر کی نازکی وغیرہ کیونکہ ان جملہ زینتوں سے اور جو کچھ اسکے سوا ہو سب عورتوں کے لئے جائید کھلی گئی ہے کوئی ممنوع نہیں ہے۔ پھر اسکا نتیجہ یہ ہے سارے لباس کا پہننا تو فرض ہے لیکن یہ ممنوع نہیں ہے کہ اس میں نجسین اور زینت بھی تراش خراش یا کپڑے کی عمدگی اور بیش بہا ہونے سے نکالی جائے جس سے جسم خوبصورت اور سڈول معلوم ہو اور زیور وغیرہ سوا ہونے سے شکار سے آراستہ ہونا بھی منع نہیں ہے۔ لیکن آرائشات کا ظاہر کرنا یا ظاہر ہونے دینا ممنوع ہوا ہے۔ کیونکہ عورت تو خود ہی ایک ایسی چیز بنانی گئی ہے جو سخت کشش اور ہيجان کا باعث ہے اُس پر یہ سامان بھی بقول شخصے۔ سمند حسن کو اک اور تازیانہ ہوا۔ اُس کو دے گئے تھے۔ تو زینتوں کو اظہار میں اُس فتنہ سے بچنا مومنین کو جس سے بچنا مقصود تھا۔ اور وہ حفاظت جس کا حکم پہلے دیا گیا ہے سخت دشوار تھا۔ اسلئے اسکی روک فرمانی گئی۔ مصنف صاحب رسالہ حقوق نسوان نے زینت کے جو معنی اندرونی حسن یا جسم کے لئے ہیں یہ درست نہیں ہیں۔ جس تو وہ جو فدا داد ہو کیونکہ لفظ خود زینت

اور زینت کی ہندی سنگار ہے۔ اور فارسی آرایش چنانچہ مولانا شاہ حضرت  
 عبدالقادر صاحب دہلوی قدس سرہ نے اسکا ترجمہ سنگار ہی لکھا ہے۔ اور حضرت  
 شاہ رفیع الدین صاحب نے بناؤ اور حسن کو جب متحد کر کے اس زینت  
 کے معنی میں استعمال کرتے ہیں تو باب افعال یا تفعیل میں لیا کر یعنی احسان  
 تحسین مغز مصنف نے اپنا مطلب نکالنے کے لئے نئے پہلو دار معنی نکال لئے  
 ہیں۔ جس میں یوروپین لیڈیوں کی طرح چست اور آرائشی لباس سے حسن  
 و صفا ہوا جسم بھی کہنیا ہوا اور پیر ذال بھی جو ان معلوم ہوتی ہے باہر نکلتا جائز ہوگا  
 کیونکہ اندرونی حسن تو لباس میں چھپ جاتا ہے علاوہ اسکے دوسری حکیم  
 جہان ان عورتوں کے نسبت حکم دیا گیا ہے جو نکاح سے نا امید ہوں۔  
 یہ فرمایا ہے اَنْ تَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ  
 یا اسی آیت میں جہان ارشاد ہوا ہے وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَخْلَاهِنَّ لِلنَّاسِ  
 مَا يَخْجِفْنَ مِنْ ذِيْتِهِنَّ حضرت مصنف کے زعم کے موافق حسن کے  
 معنی کیونکر ہو سکتے ہیں کہ یہ کیف زینت اور آرایش حسن خدا واد کے سوا دوسری  
 چیز ہے۔ زانی پوشاک آرایش کے مثل با جامہ اور جھوٹے کپڑے جس میں  
 گوشت لچک پٹہ بنت ٹانگا گیا ہو یا دیگر دستکاری کٹاؤ وغیرہ کا کام ہو یہ بہ

زینت میں داخل ہے جو اس وقت میں سہاگنیں یعنی شوہر دار عورتیں پہنتی  
ہیں۔ اور کنواری لڑکیاں جب بلوغ کے قریب پہنچتی ہیں یا بیوہ عورتیں  
انگو پہن نہیں سکتی ہیں۔ اور قرآن مجید میں بھی اُن بیواؤں کو جن کو ناسیدی  
سکاح سے ہو چکی ہے اُن کے اُتار ڈالنے کا حکم ہوا ہے۔ اس میں بحث  
کرنا سوائے نادانوں کے کسی ذی علم کا کام نہیں ہے۔ اس عام منافعت  
کے بعد تشافریا جاتا ہے **الاما ظہر منی** یا یعنی گرجو اس میں سے کھلاؤ  
یہ وہی ٹیسرے یعنی انہیں اعضاء میں جن کا تفرض نہیں ہے کھلے رہتے ہیں  
اگر کچھ اسباب زینت میں مثل انگوٹھی پھٹے یا ہندی کے رنگ وغیرہ کے کام  
لاج کو وقت یا کسی شے کے لینے دینے کے وقت ظاہر ہو جائے تو مضائقہ  
نہیں یہ ہر پوشاک جو اس وقت رائج ہے جس میں صرف زینت یعنی تحسین ہے  
اور کامل یا نہ نہیں ہے بالکل قابل التکرار ہے کیونکہ باریک لعل اور کریپ اور  
جالی جو شرفاء کی شوقین عورتیں لمبا طرز زینت پہنتی ہیں جس سے جسم یا جسم کا  
رنگ نمایاں ہوتا ہے یا اونچی کرتیاں وغیرہ جو جسم کے اُن حدود تک نہیں پہنچتی  
ہیں جس کا جھبانا فرض ہے بالکل خلاف حکم ہے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ عورت  
ناقص حالت میں ہے۔ کچھ اور زیادتی ہونی چاہئے **ولیسرین** یعنی

علی جوہن اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رہیں۔ یہ خاص حکم مولیٰ  
 علاوہ دیگر لباس ساتروارائش کے اپنے سینوں پر ڈھونڈنے سے گلا کر لیتے  
 گریبان اور سینہ سب بند رہیگا۔ اسلئے کہ سینے وغیرہ پر نگاہ ڈالنے سے مردوں کو زیادہ  
 ہیجان ہوتا ہے۔ اگرچہ سینہ وغیرہ زمانہ چھوٹے کپڑوں سے یا کڑیوں سے  
 بند بھی ہوں۔ لیکن پھر بھی اُبھار اُسکا اوپر سے معلوم ہوتا ہے۔ اسلئے بطور  
 مزید احتیاط اور مزید حفاظت فتنہ خاص اُس اُبھار کو بھی چھپانیکا حکم ہوا۔ اسکے یہ  
 معنی نہیں ہیں کہ باریک ٹٹل یا کرب یا جالی وغیرہ کا دوپٹہ اوڑھ لیا جائے بلکہ  
 سنگین کپڑا دوپٹہ ہونا چاہئے جس سے اس حکم کی تعمیل ہو۔ یہ نقص بھی ہونا  
 عالیہ مروجہ میں قابل اصلاح ہے۔ بعدہ فرمایا جاتا ہے لا یدین ذیتھن الخ  
 یعنی نظاہر ہونے دین اپنے سنگار کو مگر اپنے شوہر و نہر اپنے باپ پر یا اپنے شوہر  
 کے باپ پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے شوہر کے بیٹوں پر یا اپنے بھائیوں پر یا بھتیجیوں  
 یا بھانجیوں پر۔ ان سب سے حقیقی مراد ہیں۔ اور رضاعی بھی۔ حکم حقیقی میں دخل میں  
 لیکن رسم ستعارت میں کوئی رشتہ کیون نہ ہو خالہ زاد بھائی بھوپچی زاد دامون زاد  
 وغیرہ سب کے سامنے آنا جائز رکھا گیا ہے۔ یہ بہت بڑا نقص ہے۔ اور ضرور خلاف  
 حکم خدا ہے۔ اور حفاظت مطلوبہ اور طہارت قلوب میں فرق ڈالتا ہے کہ

ہیں ہمارے وہ مسلمان بھائی جو نئی تعلیم کے بدولت یا یون کیسے کہ بتقلید اہل  
یورپ اس ناقص پردہ کو جو اہل اسلام میں مروج ہے عورتوں پر ظالم اسلام  
سمجھتے ہیں۔ اور شاہ حکم الہی آواز بلند کیا رہا ہے مصرعہ ہاں تجھ کو میرے سر کی قیادت  
اس کے بعد حکم ہوا ہے یا اپنی عورتوں پر یعنی غیر عورتوں پر بھی زینت ظاہر نہ کرو ورنہ  
اس حفاظت کے کہ کوئی پہلو حفاظت کا نہیں چھوڑا گیا تو عورت سے ایک تو  
کھینچا ہوتا ہے کہ وہ حسن اور زینت کو دیکھ کر دوسروں سے یعنی اپنے عزیزوں سے  
یا اپنے شوہروں سے ذکر کرے گی۔ جس میں یہ بقول مشہور **ہے تنہا عشق از دیدار خیزد**  
بسا کین دولت از گفتار خیزد + ایک فتنہ کا اندیشہ تھا۔ یا خود پر کسی وقت کیا  
پیام لائینگے۔ اور کتنا پاکرینگے۔ یا اسکی صحبت میں کسی بدکاری و بد فعلی کا شوق  
پیدا ہوگا۔ لہذا اس سے ہی منع فرمایا گیا۔ اب لیجئے آپ تو باہر بازار و نہیں آزاد پھر  
کے لئے راستہ ڈھونڈتی تھی یہاں غیر عورتوں کے سامنے آنے سے منع کیا گیا۔  
اس حیثیت اور لباس سے جس میں سے بعض اپنے حقیقی مرد عزیزوں کے  
سامنے آنا جائز رکھا گیا ہے۔ یا اپنے ہاتھ کے مال پر۔ اس میں بھی بعض مضمرات  
و فقہانے قسم ذکر کے نسبت انکار کیا ہے۔ اور علی ہذا۔ **أَوِ التَّابِعِينَ**  
**غَيْرِ أُولَى الْأَرْثَةِ مِنَ الرِّجَالِ** یعنی وہ خدمتی جو مرد تو ہیں لیکن عورتوں

غرض نہیں رکھتے۔ اس وجہ سے کہ آنکھوں میں شش تو ہوتی ہے اگرچہ قاذو نہیں  
 بہر حال اسکو داخل سیر سمجھا گیا ہے جس سے احتیاط اولیٰ ہے۔ اُسکے بعد  
 حکم ہوا ہے یا ایسے لڑکوں پر جو عورتوں کے مجھد سے آگاہ نہیں ہیں یعنی  
 شہوت کی غم کو نہیں پہونچے ہیں۔ اس موقع پر نزاکت کلام زبانی قابل  
 غور ہے کہ بہنوئی کے روبرو اظہار زینت کا حکم نہیں دیا یعنی سامنے آنا جائز  
 نہیں رکھا۔ حالانکہ جب تک ایک بہن نکاح میں ہے دوسری محرمات میں  
 داخل ہے اس میں مصلحت یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ بھی باب فتنہ بند کیا گیا ہے  
 کیونکہ ممکن تھا کہ سالی اور بہنوئی میں نظر بازی کے بعد مصلح ہو جاتی کہ بوجہ  
 روجہ کو طلاق دیکر نکاح کر لیا جائے۔ اب ارشاد ہوتا ہے کہ اس انداز سے اپنے  
 پاؤں زمین میں نہ رکھیں کہ جن زیور کو چھپاتے ہیں وہ جان لیا جائے۔  
 یعنی پاؤں کے زیور جو مثل چھڑون اور پارنیوں اور غلخال وغیرہ کہے ہوتی ہیں  
 انکی آواز نہونے پائے۔ اب اسجگہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر  
 چیز و نگو عورت کے جسم یا زینت سے داخل عورت یعنی چھپانکی چیزیں داخل  
 نہیں کیا گیا ہے محض سیر کے وجہ سے کیونکہ خود عورت کی آواز داخل عورت  
 یعنی چھپانیوالی چیز میں داخل نہیں ہے۔ لیکن اس آیت میں پاؤں کے

زیور کے ساتھ اُسکی آواز کو بھی چھپانیکا حکم ہوا ہے۔ یہ دلیل ہے اس امر کی  
 اُس حکم کے دینے میں تنگی اور سختی تھی اور بہت سے کاروبار دنیوی و حوارج  
 بشری میں عورت کو سخت مجبوری ہوتی۔ اور اس میں وہ نہیں ہے ممکن ہے کہ  
 آہستہ آہستہ چلین جب کسی ضرورت سے غیر محرم کے سامنے چلنے کا اتفاق ہو  
 اور یہ بھی ممکن ہے کہ پاؤں کا وہ زیور جو آواز دیتا ہوتا رہے رکھ دین۔ جسکے سامنے  
 ریت کا دکھانا منع نہیں ہے اُنکے سامنے پہنیں۔ یہ آیت سورہ نور میں  
 واقع ہے۔ بعد قصہ افک و برات جنابہ عایشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے  
 اور خود قصہ قذف جنابہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بعد نزول آیہ حجاب واقع ہوا ہے۔  
 چنانچہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خود بیان فرماتی ہیں کہ آیہ حجاب کے نزول کے بعد ہمارا  
 واسطے ہودج بنایا جاتا تھا چونکہ میں اُس زمانہ میں سبک اور ہلکی بہت تھی لہذا  
 ہودج اٹھانے والوں کو اسکی تیز نہو سکی کہ میں ہودج کے اندر ہوں یا نہیں  
 اور بعد اس قصہ ابوہریرہ غنیم کے اسکی ضرورت بھی تھی ہر چند اکثر مسلمانوں کو اس  
 اگہی ہوگی لیکن اس موقع پر کچھ مختصر افک کا حال بھی بیان کر دینا ضروری ہے ہر چند کہ  
 ظاہر میں ناگوار معلوم ہوتا ہے لیکن جب خدا نے خود فرمایا **لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم**  
**بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ** تو اس موقع پر میں بھی بہ نیت خیر عرض کرتا ہوں۔ ایک



سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حضرت جنابہ صدیقہ بھی تھیں ہمیشہ کے  
 معمول کے موافق کچھ رات رہے سے کوچ ہوتا تھا اور ایک صحابی منجملہ صحابہ و  
 اللہ علیہم اجمعین جو امانت اور امانت میں کامل تھے اور ان کا نام صفوان بن معطل تھا  
 ہمیشہ پیچھے چھوڑ دئے جاتے تھے کہ بھولا ہے اسامان اگر کچھ رہتا تھا تو وہ دن نکلے  
 دیکھ کر اٹھا لاتے تھے اور صاحب مال کے سپرد کر دیتے تھے۔ اس مرتبہ یہ اتفاق پیش  
 آیا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رفع حاجت کی غرض سے نکو میدان بن تشریف لگئیں  
 اور بعد فراغت واپس آئیں جب فرود گاہ پر پہنچ گئیں تب معلوم ہوا کہ ان کے گلے کا بار جو انہیں  
 زبور تھا گر گیا ہے آپ اس کی تلاش میں پھر اُس موقع کے طرف چلین اور گم شدہ بار کو با بھی  
 لیکن جب فرود گاہ پر پہنچیں تو کوچ ہو چکا تھا۔ تنہا نہ جا سکیں وہیں بیٹھ رہیں میندے  
 غلبہ سے سو رہیں آخر صبح نمودار ہوئی حضرت صفوان بن معطل یعنی وہی صحابی جو معطل  
 بسری جزیرین لیکر جاتے تھے سب طرف دیکھتے بھالتے پہنچے تو دیکھا کہ ایک عورت  
 اپنے کپڑوں میں لپیٹی ہوئی سو رہی ہے۔ اُن بزرگ نے دور سے یعنی الگ کھڑے  
 ہو کر آواز دی کہ کون ہے۔ جنابہ صدیقہ چونکیں اور فرمایا کہ میں ہوں عائشہ بنت ابی  
 بزرگ مرد نے استرجاع کی یعنی آیت اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ  
 پڑھی۔ اور قصہ پوچھا جنابہ صدیقہ نے بیان فرمایا۔ تب اُن بزرگ نے اپنے اونٹ

پر صدیقہ کو سوار کر لیا اور آپ پیادہ پیادہ ہاتھ بٹھک کر آگے آگے روانہ ہوئے۔  
 اسی قطع سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ اور  
 صدیقہ رضی اللہ عنہا کو پہنچا دیا۔ منافقین کو جو یہ موقع ملا تو انہوں نے  
 بے بنیاد بہتان عظیم اٹھایا۔ اور کیا کیا حاشیہ جڑھائے۔ اس میں آخر  
 بعض صحابہ اہل بھی شریک ہو گئے تھے مثلاً مثل مسطح رضی اللہ عنہ کے کہ بدری  
 اور حسان رضی اللہ عنہ وغیرہ۔ اس ذلت میں پھنسے غرض لشکر اسلام میں ایک  
 غلامہ عظیم برپا ہوا۔ اور جملہ مسلمانان اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت تنویر  
 اور رنج تھا۔ مختصر یہ کہ آیات برات حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ثمان بن نزل  
 ہوئیں۔ اور بہتان عظیم برپا کر یوں ہوا کہ اقرار یعنی انہی تار یا نہ لگائے گئے۔  
 اور ایسی بہت لگانے والوں کی نسبت یہ حکم ہوا کہ جب تک چار شہادتیں نہ لائیں  
 دعویٰ قابل قبول نہ ہوگا۔ حاد اقرار لگائے جائینگے۔ اور ہمیشہ کے لئے انکی  
 شہادت حاد قبول نہ ہوگی۔ کہ عند اللہ وہ کاذب ہیں۔ اس قصہ کو اللہ نے کئی  
 وجہ سے خیر لکھ فرمایا اول تو خدا کی گواہی سے حضرت صدیقہ کا فضل و اہمیت  
 بہت زیادہ ہو گیا۔ دوم قواعد سار اسی ضمن میں ارشاد ہوئی۔ سوم آئندہ  
 کے لئے ایسے مفتریوں کی سرکوبی اور ذلیل اور ساقط الشہادۃ ہو جائے۔

کہ ماباب افترا بند ہو گیا۔ چہارم یہ قصہ بھی گویا ہماری تعلیم کے واسطے  
 تھا کہ ہم چشمِ عبرتِ ملتِ اولک کو دیکھیں کہ کیا تھی۔ اور مسلمان عورتیں آئندہ ایسے  
 مواقع سے بچتی رہیں۔ اور مسلمان مرد اس موقع ہی کو اپنی عورت کے نسبت  
 نہ آنے دیں۔ ملتِ اولک اس کے سوا کیا تھی۔ کہ اتفاق سے بخارہ صدیقؓ  
 شہا پھوٹ گئیں تھیں کہ وہ ایک بزرگ اور امین صحابی کے ساتھ مجھے سے لشکر  
 میں پہنچیں اور روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ وہ صحابی عورت پر قادر نہ تھے۔  
 اتنی ہی بات غیر منافقین کو موقع ملا۔ بھائی مسلمانوں ذرا غور سے دیکھو کہ حضرت  
 ام المومنین صدیقہؓ کی ایسی بیوی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص محبوبہ اور  
 سب سے پیاری تھیں اور جنکی جہارت کی گواہی اللہ پاک نے خود ادا فرمائی اور  
 اور ایسے امین صحابی کے ساتھ زبانِ منافقین خذ لہم اللہ سے متہم بنیں  
 جسکی نہ کوئی اصلیت ہو سکتی ہو اور نگمان اور خدا کی شہادت سے برات ہوئی  
 اس پر بھی مخالفین مذہبِ اسلام اپنے تصانیف میں کیا کارہر لکھتے ہیں اور خرافات  
 لکھتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس برات کے بھی قائل نہیں ہیں۔  
 تو ہم کو خیال کرنا چاہئے کہ ہماری عورتیں جو صدیقہ رضی اللہ عنہا کی لونڈیوں  
 بھی بہت کم رتبہ ہیں اور ہمارے وقت کے مرد جو اکثر انتہا درجہ کے فاسق و فاجر ہیں

زانی اور تہہ کار ہیں اور چنیر کچھ خوفِ حد زنا یا حدِ اقرار کا بھی فی زمانہ نہیں ہو جاتا  
 آزادی اور بازار میں نکلنے کے کیسے اس آفت سے بچ سکتی ہیں۔ اگر کوئی عورت  
 زنا سے بچی بھی تو بہتان سے بچنا محال ہے۔ اور جب اس قسم کا بہتان لگایا  
 تو نہ خدایات کی گواہی دیگا۔ نہ برات کی سیطرہ ممکن ہے۔ کون کہنے والوں کی  
 زبان بند کریگا۔ کون بغیر شہادتِ اربعہ کے اس کو بہتان سمجھیکا۔ کون حدِ قدر  
 مفتریوں کو لگاٹیکا۔ سو امنہ کالا کر کے نکل جانیکے یا خود گشتی کر لینے کے چارہ  
 کار کیا ہے۔ اگر زیادہ جرأت کر گذرے مفتری یا زانیہ اور زانیہ میں سے کسی  
 ایک کو مار ڈالا تو اسکا انجام بھی وہی ہے۔ اس زمانہ میں جو لوگ پردہ کے  
 بارہ میں بحث کر رہے ہیں باوجودیکہ وہ خود آنکھ سے دیکھ رہے ہیں کہ فلاں کی  
 عورت فلاں سے یا خود ہم سے اٹکی ہوئی ہے اور فلاں فلاں کے ساتھ بدنام ہو رہی  
 ہے۔ وہ خود نہیں قیاس کرتے کہ انکی عورتیں جب باہر بے پردہ آزاد بھیرنگی  
 تو کیا وہ اس سیطرہ کے لیے پاس نہ جائیں گی۔ کیڑو نہیں شاید کوئی عقیقہ  
 عورت ایسی ہوگی جو غیر مرد سے خلا و ملا رکھے۔ اور دونو جوان بھی ہوں اور  
 شراب وغیرہ کے نشہ کا بھی چرچا ہو اور پھر دونو بچے رہیں ہمتو صاحبِ حقوق نسوا  
 کے اس شبہ کو دیکھتے ہیں جو انہوں نے صفحہ ۹۱ میں لکھا ہے کہ ڈولی میں سے

نہیں معلوم کون اُتر رہی گھر کے مرد تو ہٹ جاتے ہیں۔ اور پھر انکی  
 رائے کیونہیں ہو اوری کی تو ہکو اُنکے حواس کا حصول ہونا پڑتا  
 یا باین شورا شوری یا باین نے نکلی۔ لَقَدْ هَمَّتْ بِرَوْهَمَ بَهَا  
 کو ہم کیسے بھول سکتے ہیں جب حضرت یوسف علیہ السلام کا باوجود  
 نبی معصوم ہونیکے بہہ حال ہو گیا تو دوسرے کس شمار میں ہیں۔  
 فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ۔ مان یہ جب ہو سکتا ہے  
 ہم میں بھی اس قدر (بی حیائی) آئے تو بہ نئی تہذیب آجائے کہ اس فعل  
 قبیح کو قبیح نہ سمجھیں مثل دیگر حیوانات ہو جائیں۔ اگر کوئی کہے کہ کیا ب  
 باہر نکلنے والیاں فاحشہ ہو جاتی ہیں اور زنا کی مرتکب ہوتی ہیں اور ب  
 پردہ والیاں محفوظ رہتی ہیں۔ تو اُسکا اول جواب تو یہ ہے کہ بے پردہ  
 آزاد پھرنے والیاں اکثر خراب ہو جاتی ہیں جو کس قدر بچ رہتی ہیں  
 وہ حقیقی فعل زنا سے۔ لیکن زنا کے چشم میں خود بھی انہیں سے اکثر  
 مبتلا ہوتی ہیں اور اپنے دیکھنے والے مردوں کو بھی یہ جان دلا کر  
 مبتلا کرتی ہیں۔ اور اکثر خون ریزیوں اور فتنوں کی باعث بھی ہوتی ہیں۔  
 اور پردہ والیاں اکثر محفوظ رہتی ہیں۔ کثر خراب ہوتی ہیں اُسکا باعث

ہمیشہ پردہ اور حفاظت کا نقص ہو کر رہا ہے۔ اپنی زمینوں کا دیکھنا نا  
 ماعربوں کے سامنے آنا۔ میلون ٹیلون میں جانا۔ جھروکوں اور کوٹوں  
 پر سے غیر مردوں کا دیکھنا وغیرہ وغیرہ۔ اگر پوری پوری تعمیل کی جائے  
 تو ممکن ہے کہ بہ خرابی بھی دفع ہو جائے۔ دوم جواب یہ ہے کہ کیا ہمیشہ  
 وہ غریب بیمار کا علاج اچھا اور پورے طور پر نہیں ہوتا اور بد پرہیزی  
 بھی کرتے جاتے ہیں مری جاتے ہیں۔ اور جن امراء اور بادشاہوں کے  
 علاج میں سخت احتیاط کے ساتھ حاذق اطباء اور ڈاکٹروں وغیرہ شاقہ سخت  
 اور پوری توجہ صرف کرتے ہیں اور ہزاروں روپیہ کی دولت خرچ ہوتی ہے تو  
 کیا سب اچھے ہی ہو جاتے ہیں۔ کوئی اُنہیں سے مرتا ہی نہیں۔ اور  
 جب دونوں طرح مرنے والے مرتے ہیں تو آپ کے مقولہ کے موافق  
 علاج چھوڑ دینا چاہئے۔ یا مان باب اپنی اولاد کی تعلیم کر کے لایق  
 بنایا جاتے ہیں تو کیا وہ سب لایق ہو جاتے ہیں۔ بہت سے ایسے  
 بھی ہیں کہ تعلیم میں پورے تدابیر کئے گئے لیکن وہ شدت کے  
 بد معاش اور لچم ہوئے۔ اور بے تعلیم ہونہارا نئے اچھے نکلتے ہیں۔  
 غرض انسان کو صرف کوشش اور تدبیر کا حکم ہے۔ کیس لِّلْإِنْسَانِ

الْاِمَّا سَمِعَ۔ اسکے بعد دوسری آیت کی شرح بیان کی جاتی ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ

ای پیغمبر نبیؐ بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں

يَذَرْنِي غَلِيظِينَ مِنْ جِلْدٍ بَشِيعَةٍ ۚ ذَٰلِكَ اُذْنِي اَنْ تَعْرِفُنِي

سے کہہ دو کہ اپنی چاروں کے گھونگھٹ نکال لیا کریں۔ اس سے پہچان

فَلَا يُؤْذِنُ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا

اور کوئی چھیڑ گیا نہیں۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

یہ آیت بھی عام ہے ازواج مطہرات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی پاک بیویوں اور مومنین کی عورتوں کے لئے۔ اس آیت کے

الفاظ خود ہی شہادت دے رہے ہیں کہ یہ حکم قبل نزول آیت حجاب

و قرن فی بیوتکم کے آیا تھا۔ کیونکہ بعد نزول ان دونوں آیتوں کے

پھر ازواج مطہرات کو بھی اس حکم میں شامل کر نیکی ضرورت نہ تھی

حکمت کا ملکہ حکیم مطلق کے قربان کہ اُسے جو بوجھ رکھا ایک بار نہیں کھدیا

کہ جبکا اٹھانا دشوار اور سخت دشوار ہو جائے۔ اور تعلیم کا اقتضا بھی

یہی ہے کہ جب قدر متعلم کی استعداد بڑھتی جائے اس قدر مشکلات تعلیم

بھی بڑھائی جائیں۔ اور یہ ایک ایسا بدیہی مسئلہ ہے جس سے  
 کوئی جاہل بھی انکار نہیں کر سکتا۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ دین کامل  
 اسلام اور کتاب اکمل یعنی قرآن مجید۔ اور جناب سید المرسلین صلی اللہ  
 علیہ وسلم کا جیسا اکمل و مکمل استاذ خیر الامم کی تعلیم کے بموجب  
 کے آخرین بھیجا گیا۔ اس آیت کے نزول سے پہلے مسلمانوں کی  
 عورتیں بھی مثل نساء مشرکین جاہلیت بغیر کسی ممتاز لباس کے  
 باہر نکلتی تھیں چونکہ جاہلیت میں سفاح یعنی بھائی اور زنا کثرت سے  
 شایع تھا لہذا یہ بھی مثل دیگر عورات کے راستے گلی میں ایذا دی  
 جاتی تھیں یعنی چھتری جاتی تھیں۔ جاہلیت والے نادانستہ اُنکو  
 چھیرتے تھے۔ اگر یہ جانتے کہ یہ مسلمان کی عورتیں ہیں تو خوفِ  
 فساد سے نہ چھیرتے۔ اے اللہ تعالیٰ نے یہ پہچان بتلائی۔  
 يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيشِهِنَّ یعنی اپنی چادروں  
 کو لپیٹ کر گھونگٹ نکال لیا کریں۔ تو پہچانی جائیگی۔ نہ چھیری  
 جائیگی۔ اور ستر عورت بھی ہوگا۔ یہ ادنیٰ درجہ کا پردہ پہلے تعلیم کیا گیا  
 تھا بعدہ آیہ حجاب نازل ہوئی۔ اور پھر وہ آیت سورہ نور کی جس کا ذکر



پہلے بیان کیا جا چکا ہے جس سے یہ آیت منسوخ العمل ہو گئی۔  
 آیہ حجاب کا ایک جز یہ ہے کہ **وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسَلُوهُنَّ**  
**مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ**۔  
 یعنی تم اپنے نبی کی ازواج سے کوئی چیز مانگنا چاہو تو پردہ کے باہر سے  
 مانگو۔ یہ تمہارے قلوب کے لئے اور ان امہات المؤمنین کے قلوب کے  
 مزید طہارت ہے۔ ہمارے بعض جدید تعلیم یافتہ بھائیوں نے اس  
 آیت میں یہ بحث شروع کی ہے کہ یہ خاص حکم ازواج مطہرات نبی صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے لئے ہے نہ عام۔ ہمیں شک نہیں کہ سیاق عبارت  
 سے خاص ہی حکم پایا جاتا ہے جیسا کہ ہمارے تعلیم یافتہ بھائی سمجھتے ہیں۔  
 لیکن شاید وہ اس معمولی کلیہ سے خبر نہیں ہیں کہ جس حکم کی علت معلوم  
 ہو جائے تو وہ حکم کو خاص ہو مگر اس علت کے کھل جانے سے وہ خاص  
 نہیں رہتا۔ اسی بے خبری نے سر سید احمد خان صاحب کو اس پر  
 آمادہ کیا کہ مستحکمہ مرغی کو انہوں نے حلال سمجھ لیا اور لوگوں کے  
 دھوکا دینے کو انہوں نے آیہ واقع سورہ مائدہ میں بحث لاینبیٰ کی  
 جہان لفظ **وَالْمُتَّخِذَةُ** کا ارشاد ہوا ہے۔ وہاں پر آپ نے نشاۃ

کا لفظ محذوف قرار دیکر صرف شاة یعنی بکری مستحقة کو حرام قرار دیا۔ اول  
 یہہ امر کہ قرآن مجید میں ایسا تصرف خود ہی ایک بُرا کام ہے۔ دوم خرابی  
 یہہ ہوئی کہ کیا اور کرنے جانا جس سے مُبلغ علم فہم کا پتہ مل گیا۔ یعنی بغرض حال  
 اسے ہم مان بھی لیں کہ سید صاحب کا باوجود تبحر بلا مرجع بھی خیال صحیح  
 تھا جب بھی تو یہ اعتراض لازم آتا ہے کہ بکری جو حلال تھی وہ حرام کیوں  
 ہوئی تو اسکا جواب اسکے سو کیا ہو سکتا ہے کہ خنق سے گلا گھونٹ کے  
 مارنے سے تو معلوم ہوا کہ گلا گھونٹ کے مارنا ایک ایسی چیز ہے کہ حلال  
 جانور کو حرام کر دیتی ہے جب یہ تسلیم کر لیا جائیگا تو لا محالہ خود غسل سلیم کو قبول  
 کر لگی کہ ہر جانور کو وہ حلال بھی موشق سے حرام ہو جائیگا۔ شاة کی تخصیص نہیں  
 ہو سکتی۔ اور ایسی تاویل صریح غلط ہے۔ اسی طرح اس آیت شریف میں جب علت  
 بیان فرمادی گئی ذلکم اطہر لقلوبکم وقلوبہن۔ کہہ کا خطاب جو ضمیر جمع حاضر  
 تو ہما بہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف اور ھن سے کہ ضمیر جمع غائب کی  
 ہے اشارہ ہے اہبات المؤمنین یعنی ازواج منہرات کے طرف۔ اور یہ دونوں  
 قلوب ہمارے اور ہماری عورتوں کے قلوب سے بہت ہی طاہر و اطہر تھے  
 جب انکی مزید طہارت کے لئے پردہ کی اوٹ سے چیز مانگنے کا حکم ہوا

نتیجہ یہ ہے کہ دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کو نہ دیکھے کہ شاید قلوب پر بد اثر  
 پڑے۔ تو ہمارے واسطے اور ہماری عورتوں کے لئے اور بھی اسکی ضرورت ہے  
 کہ یہاں قلوب پہلے ہی نجس ہیں خصوصاً اُن قلوب کے مقابلہ میں۔ لہذا ہم کو  
 اور ہماری عورتوں کو اسکی تعمیل اور بھی لازم ہوگئی۔ اور قلب کا فعل زیادہ تر  
 قابل گرفت ہے۔ چنانچہ خود فرمایا۔ لَا يُوْاْخِذُكُمْ اللّٰهُ بِاللّٰغُوْیِ  
 اَیْمَانِکُمْ وَلَکِنْ یُّوْاْخِذُکُمْ بِمَا کَسَبْتُمْ قُلُوْبُکُمْ  
 اب میں آپ کو دوسرے طور پر سمجھاتا ہوں مثلاً ایک باب نے یا استاد نے اپنے  
 لڑکے یا شاگرد کو منع کیا کہ تم زید کی صحبت میں نہ بیٹھا کرو یا اُسکے گھر نہ جا کر ورنہ  
 یہاں تک تو علت مانفت مخفی ہے۔ گنجائش ہو سکتی ہے کہ خاض مانفت ایک شخص کو  
 خاص زید کے گھر جانے سے یا صحبت میں بیٹھنے سے ہوئی۔ لیکن جب یہ بھی  
 بیان کر دیا جائے کہ اُسکے ہاں تازی و شراب قمار بازی وغیرہ بد افعالیوں کا  
 چرچا رہتا ہے۔ تو علت امتناع معلوم ہوگئی۔ اب نتیجہ یہ نکلا کہ صرف زید ہی کی  
 صحبت اور مکان پر جانا ممنوع نہیں ہوا۔ بلکہ جہاں کہیں اس قسم کی بد صحبت  
 ہو وہاں بھی جانیکے لئے یہی مانفت کافی ہے اور پھر کیا اُس باب کے دوسرے  
 لڑکوں یا اُس استاد کے دوسرے شاگردوں کا جنکو اس مانفت کی اطلاع ہو چکی

یہ سمجھ لینا کافی۔ اور درست ہو سکیگا کہ صرف نالوں کو یہ ممانعت ہوئی  
 تھی۔ بلکہ تو نہیں ہوئی تھی یا صرف زید کے گھر جانیکی خاص ممانعت تھی  
 خصوصاً جنکو سعادت مندی میں بھی کچھ حصہ لینا ہو۔ بڑے تعجب کی بات ہو کہ  
 تعلیم یافتگی کا دعویٰ بھی تھا کہ یہ سمجھا جاتا ہے کہ ہم ذی علم بھی  
 ہیں۔ اور جو ہم سمجھتے ہیں کہ فی نہیں سمجھا۔ اسی زعم پر تو اُس امر میں بحث چھری  
 گئی ہے جب کو میرہ سو برس سے مسلمانوں نے اب تک عمدہ سمجھا اور ختم  
 کیا تھا۔ پھر ایک شخص نے نہیں بلکہ کروڑوں بھی اشخاص نے اُن کو  
 بیوقوف اور ایسا بی علم سمجھ لینا کہ انہوں نے قرآن مجید کے خلاف پردہ کا  
 حکم اپنے طرف سے نکالا۔ اور اپنے علم کا پرہیز حال کہ اتنی ہوئی بات بھی نہیں  
 سمجھے کہ بیان سطور بالا میں کیا گیا۔ میرے نزدیک جو لوگ اہل اسلام کی عورتوں  
 کے پردہ کو اٹھانا چاہتے ہیں انکو اپنے قلوب اور اپنی آنکھوں اور اپنی عقلوں پر  
 سے پہلے غفلت کا پردہ اٹھانیکا علاج کرنا چاہئے۔

اب جو تھی آیت بیان ہوتی ہے وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ  
 تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى اس میں تو خاص جابر دیواری میں سنریکا  
 حکم ہوا ہے یعنی اپنے گھروں میں قرار کرؤ اور نہ دکھاتی بھر و نکل دکھانے

جاہلیت اولیٰ کے۔ اس آیت میں بھی خاص خطاب ازواجِ مطہرات کی طرف ہے اور یہ شخصیں اور بھی مفید ہمارے دعویٰ کی ہے۔ کئی وجہوں سے۔ اول یہ کہ ظاہر ہے کہ اس حکم میں ایک سختی جو بریل بسم اللہ کے خلاف ہے اور یہ سختی جائز نہیں ہو سکتی اُس وقت تک کہ یہ تسلیم نہ کر لیا جائے کہ ازواجِ مطہرات کو اپنے حوائجِ ضروری میں اسکی احتیاج باقی نہیں رہی تھی کہ انکو اپنے گھر باہر نکلنے میں مجبوری اور شدید ضرورت ہو۔ خادمہ وغیرہ اس قدر تھیں کہ ضروری کام جو گھر سے باہر نکلنے کے بغیر نہ ہو سکتے تھے۔ اُن سے نکل جاتے تھے۔ تو یہ نتیجہ یہ نکلا کہ عام نساء، مومنین پر یہ بوجہ حکماً اس وجہ سے نہیں رکھا گیا کہ انکی ضرورتوں میں حرج اور تنگی کا باعث ہو گا۔ پھر جان ایسا نہو یعنی لونڈ بان نوکر چاکر گھر کے محرم مروب باہر کے کام انجام دے سکتے ہوں وہاں اس حکم کی تعمیل لازمی ہوگی۔ کیونکہ جس علت سے وہ تیسری ضرورت باہر نکلنا جائز رکھا گیا تھا وہ مرتفع ہے اور صباح امر کو بلا ضرورت اختیار کرنا قریب بحرام پہنچ جاتا ہے۔ دوم اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی ازواج کی زیادہ حفاظت فرمائی۔ اور یہ آیت نازل فرمائی تو کیا دوسروں کو زیادہ حفاظت اور احتیاط ممنوع اوفضیح ہو جائیگی۔

نہیں ہرگز نہیں۔ - سو م حسب طبع ہم مردوں کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے اقوال اور افعال کا اتباع سنت اور موجب کثرت ثواب اور باعث عزت کو نہیں  
 ہر اسی طرح ہماری عورتوں پر بھی اتباع ازواج مطہرات لازم اور انکے فخر کا باعث  
 ہے کیا آپ کو اتنا بھی معلوم نہیں۔ سب صحابہ کہہ رہے ہیں کہ اپنے نیکان کی خدمت میں  
 آپ انصاف سے ہمارے اس سوال کا جواب دیجیے کہ آپ مسلمانی کا دعویٰ  
 کر کے مسلمان عورتوں کو ایک عمدہ ترین فعل کی اتباع سے جسکو اللہ جل شانہ نے  
 اپنے پیارے نبی کی مطہرات ازواج کے لئے بنظر مزید احتیاط و حفاظت تجویز  
 فرمایا تھا پھر کرا کو نصاریٰ کی عورتوں کے فعل کا متبع بنایا چاہتے ہیں مصرعہ  
 بسین تفاوت رہ از کجا مست تاب کجا جس سے مقصود اچکا یہ ہے کہ مسلمان عورتوں  
 کو بھی علانیہ اس سبج دھج کے لباس اور ارایش کے ساتھ غیر مردوں کے ہمراہ باغون  
 میں تنہائی میں عام مردانہ جلسوں میں ارادہ پھر کی اجازت ہو جائے۔

اسی طرح برہنگی کے لباس کے ساتھ جسمین سینہ وغیرہ سب کھلا ہو۔ بال کے جلوہ  
 غیر مردوں کے لٹ کر قس کرین سطح کہ سینہ سے لیکر تا زانو مردوں کے جسم میں وہی طرح چھپا ہو

اس موقع پر اگر کوئی صاحبہ ہر اعتراض فرمائیں کہ ناواقفی قاعدہ بال ہے ایسا  
 لکھا گیا حالانکہ جسم چسپان ہونا مال کے پانچ میں قاعدہ کے رو سے عیب ہے فقط دونو  
 کمر میں ایک ایک ہاتھ ڈال لینے میں تو اسکا جواب یہ ہے کہ وہ چشم دید اور ہر مقدر قاعدہ میں وہ خود کلم

اور اہل اسلام بھی اس درجہ جیسا نہیں نہیں تھے مہذب ہو جائیں کہ ہم سب  
 اپنی آنکھوں سے دیکھا کریں جیسے یورپ کے تہذیب یافتہ عموماً دیکھتے ہیں  
 اور کچھ پروا نہیں کرتے۔ بھلا آپ کو ہم اس آیت کا مصداق کیوں نہ سمجھیں۔  
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ کُشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الدِّیْنِ اٰمَنُوْا  
 لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَ الْآخِرَةِ یعنی جو لوگ ہم پر چاہتے ہیں کہ  
 فحش شایع ہو مسلمانوں میں اُنکے لئے دکھ کی مار ہے دنیا اور آخرت میں۔  
 اور آپ کو ہم دشمن اسلام کیوں نہ سمجھیں یا کم سے کم نادان دوست۔ اور  
 مشہور ہے۔ دوستی بنیخرد چون دشمنی است۔ ابھر بھی اگر آپ اپنی اُسی کچ را  
 پر اڑے رہیں تو ہم آپ کو منع نہیں کرتے۔ پہلے اپنے اپنے گھر کی عورتوں  
 سے شروع کیجئے۔ جدید تہذیب اختیار فرمائے بعد چندے خود ہی انشاء  
 بچپائیگا ایک دن ہمارا کہنا سامنے آئیگا۔ پفلٹ بگیم صاحبہ آئیے تو بلیدی  
 صاحبہ کے کارنامہ کا کہیں نہ کہیں سے چلے گا ابھی ابھی جیسا کہ دیکھ چکے  
 ہیں پھر ناظرین دیکھینگے آپ کو تو نہ عبرت ہوئی ہے نہ ہوگی۔ لیکن اور مسلمان  
 بھائی جن کو اللہ کی اور رسول کی اطاعت کی توفیق دی گئی ہے اُنکے  
 لئے نازیانہ یا بوعبرت تازی کی مثل پوری ہوگی لطیفہ صاحب رسالہ حقوق

نسوان نے اپنے رسالہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ مسلمانوں نے اسکو تو جائز کر لیا ہے کہ غیر قوم کے عورات کو خود خوب آنکھیں بھاڑ بھاڑ کر دیکھیں لیکن اپنی عورتوں کو پردہ میں رکھا ہے کہ کوئی نہ دیکھے۔ اب ہم کہتے ہیں کہ اگر اس رعایت سے یہ پردہ کے بارہ میں گفتگو ہے کہ عوض داد گلہ ندارد غیر قوم والے جنکو عورتوں کو میراے دینے والے دیکھتے ہیں اُس قوم والے انکی عورتوں کو بھی دیکھ لیں کہ جس سے عاقبت کامو اخذہ کم ہو جائیگا تو مر حبا۔ آفرین باد برین ہمت مردانہ تو۔ لیکن اس میں بھی یہ التزام ضروری ہے کہ زید کی عورت کو اگر یہ دیکھیں تو زید بھی انکو عورت کو بھی دیکھے کیونکہ گناہ کامو اخذہ تو شخصی ہو گا نہ قوم سے۔ جب ہم اس بات کو پورے طور پر ثابت کر چکے ہیں کہ پردہ موجودہ ناقص ہے خود قابل بہت اصلاح کے ہے اور مسلمان عورتوں کے لئے اس سے بھی زیادہ پردہ کی ضرورت ہے اور بابر نکلنا لباس سائر کے ساتھ جس سے اصلی لباس زینت اور زیور اور تمام آرائش چھپی رہے مثل برقع وغیرہ کے اگرچہ بحالت شدید ضرورت یسرا جائز بھی ہو۔ لیکن اولیٰ یہ ہے کہ عورت اپنے لباس سائر کے ساتھ اپنے گھر میں قمار پکڑے اور اپنے سنگار کو بھی جو گھر کے اندر کیا جاتا ہے



سوال مردوں اور عورتوں کے جسکی اجازت پہلی آیت میں بیان ہو چکی ہے کسیکو نہ دکھائے۔ پہلے چونکہ ہمارے طرف سے دعویٰ ہو چکا کہ قرآن مجید میں جو حکم اور احکام نازل ہوئے ہیں انکی تعلیم ہمکو حضرت سید کاظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ہو چکی ہے۔ اب ہمکو جدید معانی اور نئے مطالب کے غور کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر کوئی صاحب غور فرما کر ایسا کریں تو بغیر سند حدیث وغیرہ کے ہم اسکو نہ مانینگے۔ مسئلے ضرور یہو کہ ہمنے جو نتیجہ ان آیات کا نکالا ہے اسکو حدیث کی سند سے مستند کر دکھائیں۔

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ ۖ لَاحِظْهُ مُشْكُوَةٌ شَرِيفُ كِتَابِ الصَّلَاةِ بَابُ الْجَمَاعَةِ  
مِنْ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَمْنَعُوا نِسَاءً كَرُمَ الْمَسَاجِدُ وَ  
بُيُوتُهُنَّ خَيْرٌ لَّهُنَّ بِعَيْنِ عَوْتَيْنِ تَهَارِي إِنْ جَاعَتِ كُنَّ لِرَسُولِ  
مِنْ جَائِنِ تَوْمَنَعُ نَكْرُو۔ اُنکے گھر اُنکے واسطے بہتر ہیں۔ یعنی نار گھر  
نار گھر میں پڑھ لینا اُنکے لئے بہتر ہے سب میں پڑھنے والے ابوداؤد حدیث عن ابن  
مسعود قال۔ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم صلوا  
المرأة في بيتها أفضل من صلواتها في حجرة بيتها وصلواتها

فِي مَحْذَرِ عَمَّا أَفْضَلَ مِنْ صَلَواتِهَا فِي بَيْتِهَا يَعْنِي نَازِعَاتِ  
 كِي اُسکی گھر میں یعنی جہان وہ رہتی ہے اور سوتی بٹھتی ہے افضل ہے  
 اُسکی اُس نماز سے جو مہنہ کان میں یا ڈیوڑھے وغیرہ میں پڑھے۔  
 یعنی اُس سے باہر گوا حاطہ مکان کے اندر ہو۔ اور جو نماز وہ مخدوع یعنی  
 کوٹھری در کوٹھری یا اندرونی مکان کی کوٹھری میں پڑھے افضل ہے  
 اُس نماز سے جو اپنے سوئے اور بٹھنے کے مکان میں پڑھے۔ غرض  
 اس سے یہ ہے کہ جب قدر زیادہ پڑھ میں پڑھے اُسیدہ فضیلت ہوگا  
 ابوداؤد۔ حدیث عن ابی ہریرہ۔ قَالَ: اِنِّي سَمِعْتُ حَتَّى ابْنِ اَلْقَاسِمِ  
 صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تُقْبَلُ صَلَوةُ الْمَرْءِ تَطَيُّبًا  
 لِّلْمَسْبِلِ حَتَّى يَغْتَسِلَ غَسْلًا لِلْجَنَابَةِ يَعْنِي نَهْنِ قُبُولِ كَيْفَانِي  
 نماز اُس عورت کی جس نے خوشبو لگائی ہے مسجد میں جانے کے لئے یہاں تک کہ  
 غسل کرے وہ مثل غسل جنابت کے۔ غسل جنابت جو فرمایا گیا یہ ایسا ہے  
 لطیف لگا مسجد میں آنا یہی اوج شہوت ہے۔ لہذا حکم جامع میں داخل  
 رواہ ابوداؤد و احمد و نسائی و ترمذی۔ حدیث عن ابی ہریرہ۔  
 قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُّ عَيْنٍ زَانِيَةٌ

وَإِنَّ الْمَرْأَةَ إِذَا اسْتَعْصَمَتْ فَمَرَّتْ بِالْجَلْسِ فِي كَذَا كَذَا ۱۔

یعنی ہر آنکھ زانیہ ہے بوجہ نظر بد کے خواہ مرد کسی غیر عورت کو دیکھے یا عورت کسی

مرد بیکانہ کو اور تحقیق کہ جو عورت خوشبو لگا کر ایسی مجلس میں آئے جس میں مرد

بیکانہ ہے تو وہ بھی ایسی ہی ہے یعنی زانیہ۔ رواہ الترمذی والابی داؤد

نحوہ۔ الحمد للہ کہ ان احادیث سے ہماری تحریر کی ناید بخوبی ہوگی۔ یعنی باوجودیکہ

نماز جماعت میں ستائیس حصہ ثواب زیادہ ہے لیکن عورات کے لیے پہلی

اور دوسری حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ انکو اپنے گھروں میں بلکہ کوٹھری

در کوٹھری میں نماز پڑھنے میں اچھائی ہو۔ اور فضیلت ہے۔ اور احادیث سوم

چہارم میں خوشبو لگا کر مسجد میں آنیکو منع کیا گیا۔ اس کے کیا معنی ہیں کہ جسم

کی آرائش یعنی لباس اور زیور وغیرہ جس کے چھپانیکا اغیار سے مکمل ہے۔ تو برف

میں بھی پوشیدہ ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے کہ اتنی گنجائش پا کر عورات ہجوم کریں

اُس آرائش سے روکا گیا۔ جو کپڑے سے یعنی حلیاب اور برف وغیرہ سے

بھی چھپ نہیں سکتی۔ اور شوہر والی عورتیں اس سے بہت ہی کم خالی رہ سکتی ہیں

البتہ وہ غیر مشتہات عورتیں جو نکاح سے ناامید ہو چکی ہیں۔ جس کے نسبت نیت

کے آثار دلنے کا حکم قرآن مجید میں ہوا ہے اس سے خالی رہ سکتی ہیں۔

اُنکے لئے وہی حکم ہو سکتا ہے بیوقوفینِ خیر کھن غرض ان احادیث  
 سے بھی یہ اچھی طرح ثابت ہوا ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ عورت پردہ سے  
 کسی طرح باہر نہ نکلے۔ مگر بحالتِ مجبوری سب قسم کی ارایشات کو چھپا کر  
 اور ہم مسلمانوں کے لئے وہ قول جناب سیدنا مولانا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ  
 کافی ہے جسکی نفل ہمارے ہم مشرب صاحب رسالہ رد المحجوب فرما چکے ہیں  
 کہ فرمایا جناب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے اُن لوگوں سے مخاطب ہو کر جنکی  
 عورتیں باہر نکلتی تھیں کہ کیا تمکو شرم نہیں معلوم ہوتی کہ میں سننا ہوں تمہاری  
 عورتیں بازاروں میں نکلتی ہیں اور غیر مردوں ملتی ہیں۔ دغنا اگر کس ایک حرفِ بدست  
 اور یہی طریقہ عرب میں جاری دیکھا گیا ہے کہ شرفائے عرب یعنی حرمین شریفین  
 زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً کی عورتیں پردہ سے باہر نہیں نکلتیں بلکہ یہاں تک  
 کہ جمعہ کی نماز میں یہی باوجودیکہ مسجد حرام و مسجد نبویؐ کی ایک نماز صدماناز و نسو  
 ثواب میں زیادہ ہے نہیں حاضر ہوتیں۔ اور جو غبار اور محتاج ہوائیں  
 وغیرہ ہیں وہ مجبوری اگر اپنے حوائجِ ضروری کے لئے باہر نکلتی ہیں تو  
 اسطور پر کہ تمام جسم کا چھپانا فرض ہے۔ اُسکے سوا ہاتھوں میں دستاویز  
 اور پاؤں میں پائے یا ساری چمڑے کے اُسبڑ جو یا جو مثل سلیر کے ہوتا ہے

اور برقع جسمین چہرہ بھی چھپا ہوا صرف آنکھوں کے مقابل جالی اور نیچا اس قدر کہ زمین میں لٹکتا ہوا۔

اب ہمارے بھائیوں کو یہہ دیکھنا چاہئے کہ حدیث چہارم سے کون باہر نکلنے والی عورت پرچ سکتی ہے بشرطیکہ جو ان مشہاتہ ہو۔ کیا خدا اور اس کے رسول کے نبی کو مسلمان بالکل اٹھا دین اور اپنی رائے کو ایسا تسلیم کر لین کہ وحی سے اور حدیث سے بھی زیادہ۔ جو مسلمان ہیں وہ تو کبھی ایسی ہرزہ گوئی کو نہ مانینگے۔ بلکہ ایسا پوچ پوچ کرنے والے کو خارج از اسلام و عقل۔ وغیرہ لایق خطاب و جواب سمجھینگے۔ اب اسکے بعد مجھے ہفتوں کا جواب دینا ہے جو بعض مخالفین نے ابلہ فیری کے لئے بعض کتب فقہ سے نکال کر پیش کیا ہے۔ واضح ہو کہ جن فقہاء اقوال کو بجا الہ فنا و عالمگیری و فتاوائے قاضیخان و فتح القدیر و فتح الباری وغیرہم سے نکال کر پیش کیا وہ اس سے زیادہ نہیں ہیں کہ بلفظ یحوت و یباح و اقوال ہیں۔ اور حضرت شہر خدا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول جہان ہے وہاں عند الضرورت کالفظ بھی موجود ہے۔ اور بعض فقہاء رحمہم اللہ اجمعین نے مامون عن الشهوة کی بھی قید لگادی ہے۔

بصورت میں جب ہم کو عند الضرورت اور کھلے رکھنے کے جواز میں اُن  
 اعضاء کی گفتگو نہیں ہے جو گفتگو وہ بلا ضرورت اور بلا مجبوری باہر نکلنے میں ہے۔  
 پھر دلائل مدعیوں کے اُنکے دعویٰ کے لئے مفید نہیں ہو سکتے۔  
 بلکہ ہمارے دعوے کے مفید ہیں۔ اسکے علاوہ اس موقع پر یہ بھی  
 ہم کو کہنا ضرور ہے کہ یہ جواز یعنی باہر نکلنا عورات کا اُن حیثیات سے  
 جس کا بیان پہلے ہو چکا ہے۔ جب شرعی ہونے کی بنا پر پیش کیا گیا ہے تو  
 اس سے تجاوز کرنے والوں کے لئے جو حدود شرعیہ میں اُنکا بھی جاری  
 ہونا لازم ہے۔ یعنی زنا، محصنہ میں جو شوہر دار عورت یا زوجہ رکھنے  
 والے مرد سے واقع ہوا اگر دونو ایسے ہی ہوں تو دونو کا رجم کیا جائے۔  
 اگر ایک ہے تو ایک کو رجم اور دوسرے کو سوتلانا یا نہ اور زنا، غیر محصنہ  
 میں دونو کو سوتلانا یا نہ۔ اقدف محصنات یعنی اتہام کی حالت  
 میں چار گواہ رویت کے اتہام کرنا بالابیش نکر کے تو ہشتا تا زانیہ  
 اور اُسکے سوا ہمیشہ کے لئے اُسکی شہادت نہ قبول کی جائے کیونکہ  
 یہ جواز اگرچہ عند الضرورت رکھا گیا ہے لیکن یہ ضرور قابل تسلیم ہے  
 کہ اُسوقت جبکہ حدود شرعیہ جاری تھے اور اُسکی پیبت سے اس فتنہ کا

بہت کچھ آپ ہی انسداد ہو چکا تھا جس سے ترکیبیں کو آنکھ اٹھانے کی جڑ نہ ہوتی تھی۔ تب اس قدر اجازت دی گئی تھی جب وہ ہیبت سزا کی اٹھا د گئی ہے۔ اور زنا کا اس قدر شیوع ہوا کہ غالباً حلال سے بھی لوگ شر مانتے ہو گئے۔ اور یوں علانیہ نہ کرتے ہو گئے عورات بیاری خصوصاً شرفاء کی تو بہت زیادہ محفوظ نگہبانی۔ لیکن مردوں میں تو شاید فی ہزار ایک بھی نہ نکلیگا۔ جو اس بلا کو محفوظ رہا ہو۔ جدھر آنکھ اٹھا کے دیکھئے بالا اعلان زنا ہو رہا ہے نہ خدا سے شر مانتے ہیں نہ خلق خدا سے۔ ایک سرے سے امیر غریب شریف و بد  
 ہر قوم و ملت کے اسمین متلاہن الا ماشاء اللہ پھر جب یہ کیفیت ہمارے وقت کی ہو رہی ہے تو عقل اور احتیاط اسکی مقتضی ہے کہ پردہ میں اور بھی غلو کیا جائے۔ نہ یہ کہ پردہ موقوف ہو۔ کیا ہماری آنکھیں اندھ ہیں ہم نہیں دیکھتے کہ بالیکہ سرکار سے پولیس اور خفیہ پولیس اور ایچ کی ڈکیتی وغیرہ کے محکجات قائم ہیں اور بد معاشوں کو سخت سخت سزائیں بھی دی جاتی ہیں اور ہر شخص اپنے دولت کو حفاظت سے رکھتا ہے۔ لیکن پھر بھی آئے دن چوریاں، نقب وغیرہ کے ذریعہ سے اور رہنریاں اور ڈاکے وغیرہ ہوا کرتے ہیں۔ تو بلا کب عقل اس بات کو قبول کر سکتی ہے کہ جب یہ سب

خاٹنیں اور سرائیں کچھ اٹھا دی جائیں اور چوری اور راہزنی اور ڈکیتی کی وارڈ  
 دھڑا دھڑا ہوتی رہی ہوں۔ ایسے وقت میں یہ رائے قبول کی جاسکے کہ  
 ضرورت حفاظت کی نہیں ہے۔ نگرانہ پر سے پہرے اٹھائے جائیں۔ رات  
 کو مکان کے دروازے کھلے رکھی جائیں اپنے مالوں کو جائے محفوظین  
 رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ دروازے کے باہر ڈال دے جائیں۔ ہم  
 اہل انصاف سے پوچھتے ہیں کہ کیا وجہ ہے کہ ایسی رائے دینے والوں کو  
 مجنون اور پاگل نہ سمجھا جائے۔ اگر اس ہمارے سوال کا یہ جواب ملے تو  
 اور یقین ہے کہ بالفور یہی ملے گا تو ہم اب اس امر کا جواب بھی چاہتے ہیں  
 کہ پھر یہ پردہ اٹھانے کی رائے دینے والے۔ اس کا جواب عاقلان خود پرند  
 بعض اوندھی عقل والوں کو اور نئی بے نیکی سوچتی ہے کہ پردہ باعث کثرت  
 زنا ہے کیونکہ انسان حریف علی مامنع کا اقتضا بھی ہے اس کا جواب تو  
 یہ ہے کہ پھر کل ممانعتیں اٹھا لی جائیں خدا کی طرف سے بھی عن المنکر بکار ملکہ  
 باعث ارتکاب ہوئے۔ بادشاہان دنیا کے طرف سے قانونی ممانعتیں بھی  
 علی ہذا۔ کیا اندھیر ہے کہ مقولہ عصمت بی بی از بے چادری کو بھی نہیں سمجھتے کہ  
 کہ کوئی عورت باہر ہی نہ نکلے اور نہ مل سکے تو زنا کیونکر واقع ہو سکتا ہے



یہ اٹکا یا ہر کھانا باعث ہجانب اور کثرت سے زانیہ عورات کا ملنا باعث اٹکا  
 راک ہے شہرہ سے چشم بداندیش کہ ہر کندہ باو عجیب نما نہ ہیرش در نظر ہی ہر  
 اس کے فایز اور فواید ان صاحبوں کے نظر سے پوشیدہ ہو رہے ہیں  
 سب سے زیادہ اس میں غیوب ظاہر کئے جاتے ہیں۔ اب ہم مخالفین پر وہ کو اس کے  
 بھی آگاہ کئے دیتے ہیں کہ اگر انکی یہ ناپاک را کے سید راج بھی ہوئی تو  
 اس سے بہتر تو نہیں ہو سکتا کہ بڑا کام اچھا ہو جائے قرآن مجید صاف شہادت  
 دیتا ہے کہ ۱۔ یستوی الخبیث بالطیب و ۲۔ اعجابك كثرة الخبیث  
 اور یہ ضرور ہوگا کہ اس آرا دی سے جس قدر گناہ اور زنا وغیرہ ہونگے وہ سب  
 انہیں مخالفین پر وہ کے معرفت کئے جائینگے جس طرح اور دلاوے وغیرہ  
 ہوگا اسی طرح اس سے بھی ہوگا بلکہ اس سے زیادہ یہ ہوگا کہ مرنیکے بعد پچھانہ  
 چھوٹکا ایصال اجر ہو کر یگا۔ وما علینا الا البلاغ ۛ  
 بتا تو قاتل کہ روز محشر چھپے گا احوال قتل کیونکر جو پپگی زبان خیر ہو پکار یگا ایشرا

### حصہ چہارم نکاح

اس میں سماء کے طرفداروں کو دو قسم کی بحث ہے۔ اول طریق مختار  
 میں یعنی طریق نکاح میں سنگنی کا طریق اور نکاح کے قبول کا طریقہ قابل اصلاح

دوم تعدد ازواج میں کہ مردوں کو چار کنکاح تک جائز ہیں اور عورت کو ایک  
 کے سوا نہیں پہنچ سکتا ہے۔ اور اس کا یعنی مردوں کے چار کنکاح تک کا حکم قرآن  
 مجید میں نہیں ہے۔ اول کے نسبت کو رٹ شپ کا طریقہ اگر چہ دل سے ان کے  
 پسند ہے لیکن صاف زبان سے نہیں کہہ سکتے۔ کو رٹ شپ کا طریقہ مختصر  
 طور پر پہلے بیان کیا جاتا ہے کہ وہ مرد اور عورت جو آئندہ زوج اور زوجہ بنیں  
 خواہش رکھتے ہیں اسوجہ سے کہ یہ دونو عمر بھر کے لئے نباہ کر نیکی پور  
 تہذیب میں مجاز ہیں کہ آپس میں چندے ملتے رہیں۔ خلوت میں مجالس عام  
 میں باغ میں رات میں دن میں جسمیں ایک عمدہ بات یہ سمجھی گئی ہے  
 کہ اس میں تلو سے صورت سیرۃ تمام حالات ظاہری و باطنی ایک دوسرے کے  
 معلوم ہو جاتے ہیں۔ اگر کسی امتحان میں کوئی ناقص نکلے تو دوسرا  
 کنارہ کشی کر سکتا ہے۔ اگر قبل کنارہ کشی یعنی بابت ہکناری کوئی گل کھلا  
 اور کوئی احتمال درجہ عین یقین تک پہنچ گیا تو کچھ رقم نقد بھی مرد  
 لیا جاتی ہے اگرچہ کچھ ہوا ہوتا باجبر ملکہ تراضی ہی ہوا ہو۔ اصل مشاعرہ  
 تعلیم یافتوں کا بھی یہی ہے اور اسی کو پسند کرتے ہیں۔ اور صاف کہہ ہیں  
 کہ یہ رسم شرفاء اہل اسلام میں بہت بُری ہے۔ کہ بے دیکھے بھالے ایک

بد صورت بد مزاج بے سلیقہ اندھی کافی غیر صحیح الاعضاء عورت گلے سے  
باندھ دیکھتی ہے جس کا نتیجہ اکثر یہ ہوتا ہے کہ نا اتفاقی واقع ہوتی ہے۔  
اور مرد کو اپنے پسند کی دوسری کرنی ہوتی ہے۔ کیا اندھیر ہے کہ وٹری کی  
انڈی بازار میں لی جاتی ہے وہ بھی ٹھونک بجا کے یہاں بیوی صاحبہ جو  
عمر بھر کے لئے گلے سے باندھ دیکھی ہیں اُنکے پسند کا موقع نہیں دیا گیا۔  
اسی منشاء کو صاحب رسالہ حقوق نسوان نے بھی دوسرے الفاظ میں  
ادا کیا ہے۔ آپ ہم پہلے یہ پوچھتے ہیں کہ اس میں حق نسوان جسکے یہ صاحب  
مدعی ہیں کیا ضایع ہوتا ہے یہ شکایت تو مردوں کے طرف سے  
ایک طور پر بجا۔ متصور ہو سکتی ہے بلکہ عورتوں میں سے تو بد صورتوں  
اور مرد راجوں اور بے سلیقائوں کی کھپت ہو جاتی ہے ورنہ اُنکو اکثر بے شوہر ہی  
کی زندگی بسر کرنی پڑتی۔ پھر ایک طریقہ تنگنی کا جو رکھا گیا ہے اس میں لڑکی  
والوں کو بہت بڑی مہلت ہے کہ وہ اپنے داماد کے جملہ حالات کی اچھی طرح  
دیکھ بھال یا دریافت و تحقیق کر سکتے ہیں۔ کیونکہ اکثر بہت بڑی وسیع مدت  
یعنی ساہا سال کے بعد شادی ہوتی ہے۔ لیکن یہ صاحب اس سے  
مجبور ہیں کہ اُنکو نہ اپنے دعوئے کی خبر ہے نہ اُسکے ثبوت کی اور نہ زبردستی۔

ہننے انکی تحریر میں یہ بات تو ابھی تک لکھی ہے کہ نوع انسان میں وہ طبقہ شرفدار  
 اعلیٰ طبقہ میں خیال فرماتے ہیں، عمرت و زانیہ کہ اس میں غنیمت ہے، جب یہ امر مسلم  
 ہے کہ جس ملک کے باشندوں کے نسبت یہ بحث پیش ہے، اس میں اعلیٰ مقام میں  
 مختلف طبقات ہیں اور یہ بھی طرفہ رائج ہے کہ چونکہ ہم ان میں سے ایک طبقہ بھی لکھا ہے  
 یہاں تک کہ شرفاء اور ارادل سب اسکو پسند کرتے ہیں۔ اور غیر کفو کی عورت  
 جو اولاد ہوا اسکی شادی تک ہوا اسکے کہ اسی قسم کی عورت کے اولاد کے ساتھ ہو  
 اصل قوم پوری یعنی براوری میں نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ پوری شرافت اسکی نام  
 رکھا گیا ہے جس میں نسب اور حسب دونوں برابر کہے ہوں۔ تب علاوہ دیگر غیر  
 وغیرہ کے جو نفوذ باللہ کو رشپ وغیرہ میں ہوتی ہے۔ باجماع ہے پسند کرنا طرفہ  
 کیسے چل سکتا ہے۔ جب یہ بدیہی شکل بھی مسلم ہے کہ مقابول الاخطار اندھی بہری  
 گونگی۔ بد صورت۔ لڑکیاں۔ شرفاء کے گھروں میں بھی پسند نہ ہوتی ہیں۔  
 پھر آخر یہ کہاں جائیگی۔ اگر بالفرض بقول صاحب رسالہ حقوق نسوان تصویر  
 بھی دکھائی جائے جس سے صرف حسن صورت معلوم ہو سکتا ہے تب بھی مرد  
 حسین عورت کو اور عورت حسین مرد کو پسند کر لگی۔ ایک طرف کے پسند اور  
 ایک طرف کے ناپسندیدگی۔ پھر قابل فیصلہ باتی رہیگی۔ جس کا فیصلہ اسکے ہوا

کچھ نہ ہو سکیگا کہ یا تو ایک طرف حیر کیا جائے۔ جس میں بھروسہ بات نکلے۔ یا صاف  
 جواب انکاری ہو جس میں بہت سے فتنے اُس پسند والے کے طرف سے  
 ممکن ہے۔ اگر وہ مرد ہے تو دوسری جگہ شادی اُس لڑکے کی ہونے نہ بگا  
 بہا شک اُس کا باوجود چلیگا کوئی فساد اٹھانہ رکھیگا بلکہ اس حالت میں اُس جہ  
 مرد کی زندگی خطرہ میں رہیگی۔ اور اگر عورت ہے تو وہ دوسرے مرد کو پسند  
 نہ کرے گی اور اگر بالفرض پسند بھی کرے تو ممکن ہے کہ اس عورت کے وہ  
 عیب وہاں بھی اُس کو پسند کے قابل نہ رکھے۔ اسکے علاوہ عموماً بد صورت  
 کو کوئی بھی پسند نہ کرے گا۔ خصوصاً اس وجہ سے کہ ہر نفس میں یہ امر دکھایا جا  
 ہے کہ اپنے آپ کو کوئی شخص نالائق اور بد صورت اور برا نہیں سمجھتا۔  
 اسی وجہ سے کوئی بد صورت بھی اپنے لئے جفت بد صورت پسند نہیں کرے گا۔  
 یہ نتیجہ یہ نکلا کہ مرد بد صورت تو غیر کفو سے بھی کوئی عورت کر لائیگا۔ ان سب باتوں  
 کا کیا حشر ہوگا جن کو مساوات کے درجہ کے مردوں نے پسند نہیں کیا۔ یا  
 اسکے اور کیا ہو سکتا ہے کہ عمر بھر بے شوہری میں کاٹیں۔ اور بابا کی جھان  
 کا بوجھ رہیں اور وہ بھی وبال یا کہیں غیر کفو میں پھینک دے جائیں جس سے  
 انکی شرافت مٹ جائے۔ اور اگر وہاں بھی نا پسند ہوئیں تو کہیں کی بھی نہیں

خزا کے عمر بھر اُس پر روزِ مادے کے ضبط سے وہ ایذا اٹھائیں جو بان میں  
 کی طرح نہیں آسکتے۔ یا تاب ضبط نہ لاکر خسرۃ الدنیا والآخرہ اپنے بابا  
 اور تمام خاندان کو بھی اپنے ساتھ لے دو ہیں۔

اب کہان میں وہ بزرگ دوست سماء کے طرف والے۔ ذری برے سانسے  
 آئیں آنکھیں ملائیں کہ یہ بہرِ خیر خواہی نسوان ہے یا بدخواہی۔ جب اُنکے خیال  
 میں ان نتائج تک بھی پہنچنے کی قوت نہیں ہے۔ تو اُن طریقوں کی اصلاح  
 میں دوڑ پڑنا کیا معنی جو صد برس سے فحشاء و عقلاء ہے۔

یہاں تک صرف بحثِ حسن صورت کی تھی حسنِ سیرت کا حال تو کی طرح معلوم ہی  
 نہیں ہو سکتا۔ بڑے تجربہ کار شیخ یعنی سعدی علیہ الرحمۃ کا قول ہے کہ  
 تو ان شناخت بیک روز از شمال مرد + کہ ناگجا شن رسیدت پایگاہِ علوم  
 و لے ز باطنش ایمن مباحث و غیرہ مشو + کہ خبت نفس نکر دسا لبا معلوم  
 یہ حال تو کی طرح کورِ شب سے بھی بڑھ کر اگر کوئی درجہ بے شرمی اور غیرتی کا  
 اختیار کر لیا جائے تب بھی نہیں معلوم ہو سکتا۔ کیونکہ اس وقت کے بڑا  
 اور بونے ہیں۔ دامِ مین لائیکے لئے دم دلا سا بھی ضروری ہے خصوصاً  
 جب ایک طرف سے طبیعت مائل ہو سختی اور پیری تو ہمیشہ بعد دامِ مین لائیکر

شروع ہوتی ہے۔ یا کبھی کوئی وقت پڑا اور اس میں کوئی بات خلاف مرضی ظاہر  
 ہوتی تب کھلنا ہے۔ کہ یہ شخص کیا ہے۔ حکماء ہند کا یہ قول ہے کہ: آدمی  
 بسے اور سونا: یہی تجربہ میں بہت ٹھیک ثابت ہوا ہے۔ یعنی اپنے احباب  
 میں سے بہت ایسے دیکھے ہیں کہ مدت تک بہت بڑے اور سچے دوست  
 خیال کئے جاتے تھے۔ جب وقت امتحان کا آیا تب وہ کام کے دوست  
 نہ نکلے۔ بنی کے ساتھی بہت ہو جاتے ہیں بگڑی کا ساتھی ہزار میں ایک بھی  
 نہیں نکلتا۔ زن و شو میں بھی اکثر محبت جوانی اور حسن صورت اور خدمت اور  
 راحت رسانی وغیرہ کے ہوتی ہے۔ اگر عورت جوانی سے ڈھلی یا مرد صاحب  
 ذرا نکلتے ہوئے یا روپیہ اور خدمت اور راحت رسانی میں فرق آیا تو اس  
 جوش محبت اور تپاک میں بھی فرق آ جاتا ہے۔ لیکن ہر مرد کو جو ایسا نہ سمجھا جاتا  
 دفعہ کسی دوسری عورت کے طرف لگاؤ ہو جائے جیسا کہ اکثر دیکھنے میں  
 آیا ہے اور یہ بھی نہیں کہ اُسکی اپنی زوجہ بد صورت یا بد سیرت ہو بلکہ ہر طرح  
 قابل تعریف اور نیک بخت بھی ہو۔ اور جدید سیلان طبیعت کے لئے بھی یہ ضرور  
 نہیں ہے کہ وہ دوسری عورت بھی خواہ مخواہ لایق تعریف ہو تو اس وقت  
 مرد کا وہ رنج نہیں رہتا۔ اور اس طرح عورت کو جب کسی مرد سے دوسرے

مرد کے طرف رجحان ہو جاتا ہے گو شرفاء کے طبقہ میں ایسا کم ہوتا ہو لیکن  
 پھر عورت کو بھی وہ رغبت اپنے مرد کی طرف جو پہلے تھی نہیں رہتی اور نہ خدمت  
 بطیب خاطر کرتی ہے بلکہ بکراہت اور مجبوری اور یہ شد فی اور ناگہانی دفعات  
 ایسے ہیں کہ اسکا علم کسی کو بھی پہلے سے نہیں ہو سکتا۔ اور اس طرح بہت  
 بد معاش اور بچے بعد شادی کے ایسے سیدھے ہو جاتے دیکھتے ہیں جیسے خیر  
 میں تار خواہ اسکا باعث اس عورت کا حسن صورت ہو یا حسن سیرت  
 و اخلاق۔ غرض آئندہ کے حالات سے تو کوئی بھی واقف نہیں ہو سکتا۔  
 المستقر یہ طریق موجودہ تو قابل ترمیم نہیں ثابت ہوا جس قدر دریافت شرفاء میں  
 دلہن کے حالات کی کڑی بات ہے وہ کافی ہے۔ اپنے آپ میں  
 کیا لگتی ہوتی ہے وہاں تو اکثر زوج اور زوجہ کے حالات دو نو طرف والوں  
 کو معلوم رہتے ہیں اور اکثر نگینا ایسی ہی ہوتی ہیں۔ اگر اتفاق کسی کہیں  
 باہر ہوتی تب بھی مختلف ذرائع سے کچھ دریافت ہو جاتی ہے۔ دیدہ و دستہ  
 کوئی اپنے اولاد کو بھارت میں نہیں جھونکتا ہے۔ موجودہ حالات چال وطن  
 وغیرہ کے دریافت کر لئے جاتے ہیں۔ آئندہ کا فیصلہ خدا اور اسکی لکھی ہوئی  
 تقدیر پر چھوڑا جاتا ہے وہ بھی مجبوری اور لاعلاج ہونکی وجہ سے۔ اسلئے میں



کسی اصلاح کی ضرورت نہیں ہے۔ اس موقع پر یہ بھی قابل غور ہے کہ  
 ائمہ جہان نے اپنے پاک کلام میں نکاح کی ضرورت کے نسبت جب  
 یہ ارشاد فرمایا ہے کہ خدین لانی کے لئے نہ مستی بٹالنے کے لئے اور یہ حکم بھی  
 ہے۔ یہاں تک کہ اگر نکاح کو وقت بہ خیال نیت میں ہو کہ چند روز کے بعد چھوٹ  
 دینگے تو نکاح درست نہ ہوگا۔ پس اس بناہ کے واسطے آیا حسن صورت  
 کی ضرورت زیادہ ہے یا حسن اخلاق و سیرت کی تو عقل ہی جواب دیتی ہے  
 اگر دونوں ہوں تو اور بھی بہتر و درہنہ حسن اخلاق کو ترجیح ہے۔ جمالی ضربہ  
 اوچھٹکا یا اندر این کا پھل ہونا تو کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو پسند کے قابل ہو  
 ہاں بازاری زندگی یا کوئی عورت جس سے سوائے ناپاک مشغلے اور ساجھے  
 حلقہ نفس کے کوئی دوسری غرض نہ ہو اس میں اگر حسن صورت پر قناعت  
 کیجائے تو ہو سکتا ہے۔ پھر جب یہ صورت قائم ہوگی تو حسن سیرت کی تلاش  
 نکاح کے لئے زیادہ ضروری ٹھہرے گی۔ جس میں تصویر کا دکھانا کافی نہ ہوگا  
 بلکہ اطاعت شوہر یا شوہر کا اچھا برتاؤ اور یقین کی یارسانی وغیرہ کے اوصاف  
 کی دریافت تلاش باہمی سابقہ کے لئے زیادہ درکار ہوگی۔ اور یہ بغیر اصلی سبب  
 عدت دراز کے معلوم نہیں ہو سکتا۔

آب رہی دوسری بحث تعدد ازواج کی اس میں کوئی بحث فریق مخالف کے  
 طرف سے قابل جواب و التفات اگرچہ پیش نہیں ہوئی ہے۔ جس آیت  
 فَأَنْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنًا وَثُلَاثًا وَرَبَاعًا کے  
 معکوس معنی بیان کئے گئے ہیں۔ وہ بھی اس طور پر کہ شاید اُسکے معنی یہ ہو گئے۔  
 یہ ایسی تفسیر ہے جو بخر ثبوت کی دلیل ہے۔ یعنی مدعی خود اپنے دعویٰ کے  
 ثبوت میں عاجز ہے اور صرف اس قیاس پر ایک سرے سے تعدد ازواج  
 کے مرتکبین کو مرتکب حرام کا قرار دینا جس میں اہل صحابہ و ائمہ اہلبیت طہا  
 اور خود جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں ایک ایسی سنہ  
 زوری ہے جس کا جواب اگر وقت ہوتا تو سوائے اُس شمشیر کے جس کا مارا ہوا  
 ہمیشہ نہیں ہوتا ہے کچھ اور نہ دیا جاتا۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ کسی مسلمان کا یہ اعتقاد  
 تو ہو نہیں سکتا کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو خاص تعلیم کلمات اور حکمت  
 کے لئے موع کتاب اللہ کے طرف سے بھیجے گئے تھے۔ انہوں نے نہ معنی  
 نہیں سمجھے تھے یا خدا کے طرف سے نہیں سمجھائے گئے تھے۔ یا سمجھے بھی تھے  
 اور سمجھائے بھی گئے تھے۔ لیکن خیانت فرمائے نعوذ باللہ من ذلک۔  
 اگر یہ کسی کا اعتقاد ہو تو وہ خارج از امت و اسلام ہوگا۔ اس کو خود قرآن سے

استدلال کی کیا ضرورت ہے۔ جب وہ فہم معنی تبلیغ رسالت میں ایسا کا فرائض خیال رکھتا ہے تو قرآن کو منزل من اللہ اور اُسکے الفاظ کو تحریف سے محفوظ کیونکر خیال کر سکتا ہے۔ جو استاد کے قابل سمجھ لگا۔ ہم مسلمانوں کے لئے اصلی اُسی معنی کا ثبوت جسکو ہمارے علماء کرام نے ہر وقت تک بیان فرمایا ہے کافی ہے اور اسکا بہت بڑا ثبوت یہ ہے کہ علما اسکا خود اُس مطہرات رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم اور نیز خاص خادم و شاگردان فرزندان رشید گروہ صحابہ و ائمہ اطہر اہل بیت نبوی کا فخر یہی تھا۔ یہ ممکن نہیں کہ حکم کا نشانہ کچھ ہو اور تعمیل ایسے نفوق پس سے کہ جب تک فعل اسلام کے لئے سند ہے اُسکے خلاف ہو۔ اُسکے خلاف اگر کوئی خرافات و اہی تباہی کے تو بکا کرے۔

ایسے سوداگری بہت بکتے ہیں ہوتا کیا ہے۔ نہ فساد نور و سنگ عو کو کند نہ ہر کسی بر خلقت خود می تند۔ چون نہ بگذار و سنگ آن بانگ سقم۔ من ہم میران خود کے علم۔ وہ دوسری آیت۔ کُنْ تَسْتَطِيعُوا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَاءِ وَ كَوْحَرَضْتُمْ كُوْبَيْشِ كَر کے جو بحث کی جاتی ہے یہ اور بھی سمجھ پر پھر پڑے ہیں۔ یعنی بحث یہ کی جاتی ہے کہ کُنْ کلمہ تاکید نفی کا ہے تو پھر جب عدل خارج از امکان باوجود کوشش کے بھی تو آیت سابق سے جو حکم بار نکاح تک نکالا جاتا ہے حکم اِذَا فَاَتَ الشَّرْطُ فَاتَ الْمَشْرُوطُ كَالْعَدَمِ ہو گیا۔ پس یہ ہے بایہ باط

اور تبلیغ علم خائفین کا یہ توجیہ و تعلیم سے قائل نہیں رہے۔  
 بڑی کم فہمی ہے۔ یادیدہ و درستہ اس سے خوف ہو سکے کہ یہ تحریر حد کفر تک  
 پہنچ سکی معنی بدلے جاتے ہیں جسکی دلیل یہ ہے کہ آگے کی عبارت چھوڑ دی  
 گئی صرف لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ کو پیش کیا جاتا ہے اب آگے عبارت ثُمَّ كَلِمَةً  
 فَلَا تَمِيلُوا أَكْلَ الْمَثَلِ فَتَذَكَّرُوا هَكَذَا الْمَعْلُوفَةِ اب پورے معنی  
 سنئے۔ تم ہرگز قادر نہ ہو سکو گے ایسے کہ عدل کرو در میان عورتوں کے اگرچہ تم  
 عدل کی بھی کرو۔ پس نکو یہ بھی نہیں چاہئے کہ کل رغبت سے ایک طرف  
 راغب ہو جاؤ۔ اور اُسے یعنی دوسری کو چھوڑ دو اَدھَرِین۔ اس آیت میں  
 اللہ جل شانہ نے اپنے اُس پہلے حکم عدل کی تشریح فرمادی ہے اور حد متحرک  
 کر دی۔ اس سے پہلے عدل کے معنی کھلے نہ تھے۔ تمام تعمیل کرنیوالے شکل  
 میں پڑ گئے تھے کہ عدل کے معنی برابر رکھنے کے ہیں۔ کھانے میں  
 کپڑے میں راتوں کی تقسیم میں تو ہم عدل کرتے ہیں اور یہ عدل ممکن  
 بھی ہے لیکن محبت قلبی اور پیار میں اور جوش اور فوج خواہش میں کہ یہ محبت  
 کا لازمہ ہے اپنا اختیار نہیں ہے۔ پھر معلوم نہیں کہ حق عدل کا ہم سے  
 ادوا ہونا ہے یا کیا۔ یہاں تک کہ خود حضور نے فرمایا ہے کہ آلہی میں اپنی ازواج

عدل کرنا ہوں جہاں تک میرے اختیار میں ہے۔ مگر مجھے اس امر کا بار  
 پرس نفرمانا جس میں میرا اختیار نہیں ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جابجا <sup>نہیں</sup>  
 رضی اللہ عنہا آپ کے تمام ازواج مطہرات میں زیادہ تر محبوبہ تھیں۔ اس لئے اللہ جل جلالہ  
 نے یہ طریقہ عدل کا تعلیم فرمایا کہ اگرچہ تم کو شنش بھی کرو گے کہ ہم اپنی عورتوں  
 میں عدل کریں گے۔ مگر یہ گزند کو گے۔ پس ایسا بھی نہ کرو کہ ایک ہی طرف  
 مائل ہو جاؤ۔ اور دوسری کو ادھر میں معلق چھوڑ دو۔ اس کے معنی یہ ہوئے  
 کہ جو عدل اسکان بشری میں ہے اور تم کر سکتے ہو وہ کرو۔ اگر اس میں بھی  
 کوتاہی ہوگی تو وہ عدل نہ ہوگا۔ اور یہی مختار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی  
 تھا اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ائمہ الطہیت علیہم السلام کا بھی۔  
 جو آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ہے۔ اگرچہ بیند روز شب پر چشمہ  
 چشمہ آفتاب را چہ گناہ بد راست خواہی ہزار چشم چاں بد کو بہتر نہ آفتاب سیاہ  
 اس کے سوا عقلی دلیل اور شاہدہ بھی اس امر کی گواہی دے رہا ہے کہ عموماً  
 تولید میں تعداد عورات کی مردوں سے بہت زیادہ ہے ہر گھر میں بہتر <sup>بہتر</sup>  
 میں جتنی بیوہ عورتیں یا کنواری لڑکیاں بیٹھی ہوتی ملیں گی اتنے مرد بیوہ عورتوں  
 کے نہیں ملیں گے۔ اور پھر اُس پر طرہ یہ ہے کہ فسق و فجور نے تو امر کو چار سے

بھی متجاوز کر دیا ہے۔ دس دس بیس بیس میاں تک کہ صد ہا کی نوبت پہنچ گئی ہے۔ اور پھر بھی اگر حساب سے دیکھا جائے تو عورتیں بہت زیادہ میٹھی ہوتی نکلتی ہیں۔ اسکے علاوہ ملکی لڑائیوں اور جہادوں میں فریقین سے لاکھوں مردوں کا کشت و خون ہمیشہ سے ہوتا چلا آتا ہے۔ اسمین کا ہزار و ان حصہ بھی عورتیں نہیں ماری جاتیں۔ ابھی ابھی یونان اور سلطان سے جو مہر کے ہوئے یا سرحدی باغی جہگول سے بڑس گورنمنٹ کا مقابلہ ہوا ہے۔ اسمین کئی لاکھ مرد کھپت رہے ہیں۔ اور انکی عورتیں کتنی بیوہ ہوئی ہیں۔ ان سب باتوں سے صاف ظاہر ہے کہ ہمیشہ عورات تعداد میں مردوں سے بہت زیادہ سمجھی جاتی ہیں۔ اگر تعداد ازواج کو جائز نہ رکھا جاتا تو ہندوئی علاج عموماً سستی ہو جانیکا حکم دیا جاتا۔ پس لامحالہ تعداد ازواج ایک فرد کی مسئلہ عقلی بھی تسلیم کرنا پڑیگا۔

دیکھئے تمام دنیا کی قوموں میں اسکی فریاد اور دوہائی کی نوبت نہیں آئی ہے کہ عورات زیادہ ہیں جنکو مرد نہیں ملتے ہیں اور یہ کثرت فی الحقیقت کہیں نہیں ہے جو لندن وغیرہ میں ہے۔ جہاں تعداد ازواج ممنوع ہوا ہے یا کہ یقیناً شرفائے اہل اسلام میں بھی اب اسکا چرچا ہو چلا ہے۔

کہ بیواؤں کا نکاح ہونا چاہئے اسکی وجہ یہی ہے کہ انہوں نے اپنی  
 شریعت کو چھوڑ کر شرفائے ہنود کا ڈھنگ اختیار کیا۔ اور شرفائے  
 ہنود میں بھی جب تک رسم سستی ہونکی جاری تھی کوئی شکایت نہ تھی اب کہ  
 یہ نہوقوف ہو گئی ہے۔ اُنکے ان بھی پواؤں کی کثرت ہو گئی ہے اور رُو  
 افرون ہے۔ غرض نقل و نقل کی سطح تعدد ازواج کا ناجائز ثابت نہیں کیا  
 اگلی شریعتوں میں بھی جائز تھا۔ چنانچہ حضرت داؤد علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام  
 کی تسبیح بیان تو قرآن مجید سے سوا دیر کی زوجہ کے معلوم ہوتی ہیں۔ اور  
 حضرت سلیمان علیہ السلام کی اس سے بھی زیادہ شہور ہیں۔

دوم اللہ جل شانہ نے سونین کے لئے تقویٰ اور صلاح کو پسند فرمایا ہے اسلئے  
 انکو منہیات شرعیہ سے بچانا بھی ضرور تھا۔ اور اُنکے لئے ایسے حکم کی ضرورت تھی  
 جن میں توسیع نسل حلال بھی ہو اور صیانت حرام سے بھی کیونکہ یہ ظاہر ہے  
 کہ علی العموم تمام عورات ہر ماہ میں تین یوم سے دس یوم تک معمولاً ممنوع  
 المباشرت رہتے ہیں۔ دیکھو آیہ کریمہ فَاَعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ  
 اور بھرا یام محل اور وضع محل اور رضاعت میں بھی کئی مہینوں تک بیکار  
 رہتی ہیں اُس زمانہ میں مرد کو بیکار رکھنا ایک تو محل توسیع نسل دوم محل

صحت سوم اسکا احتمال کہ اگر نہ ضبط کر سکے تو مرتکب معصیت کا ہو جائیگا  
اسلئے اُس حکیم مطلق نے تعدد ازواج کو جائز اور چار تک محدود فرمادیا  
جس میں نہ افراط ہے نہ تفریط یہ ہے **فَوَالْحَكِيمِ لَا يَخْلُو عَلَى الْحِكْمَةِ**  
اب رہی یہ بحث جو عورتوں کو مردوں کے پہلو میں برابر بٹھانے والے پتھر  
کہتے ہیں کہ پھر عورتوں کو کیوں نہ اجازت ہو۔ اس کو ہم پہلے کئی جگہ بیان  
کر آئے ہیں کہ اولاد و منہن کو صحیح النسب ہونا ضرور ہے اسلئے زنا کی سخت  
حد رکھی گئی ہے اور محضہ کی اور بھی اور نکاح میں قید میں لانیکی شرط رکھی گئی ہے۔  
اور طلاق کے بعد عدت تین حیض اور شوہر کے مرجانی کے بعد چار ماہ دس روز  
کی۔ پس جب یہ احتیاط حفظ نسب میں رکھی گئی ہے تو عورت کو چار نکاح کی  
اجازت کسا معنی۔ کیونکہ جب نکاح کے بعد عورت پر محضہ یعنی قید میں لانی گئی  
کا اطلاق ہو چکا تب پھر وہ آزاد نہیں ہے کہ وہ دوبارہ نکاح کر سکے۔ اور جب اُس کے  
شوہر کو اُس پر پورا اختیار بر دے احکام الہی **وَاَمَّا سَوَاسُكُمْ فَاِنْ فِي الْبُيُوتِ حَتَّىٰ**  
**يَتَوَفَّاهُنَّ الْمَوْتُ** کا حاصل ہو چکا ہے تو وہ کیونکر یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ دوسرے  
کے بھی ویسی وہ محکوم ہو سکے۔ یہ سب اتہام کیوں کیا گیا ہے اسلئے کہ  
خداوند عالم نے اثر المخلوقات انسان کو پیدا کیا۔ اور اُس شرافت کی



تھیں مومنین اور مومنات سے ہونے والی تھی کیونکہ بختہ نغائے الہی یہ  
 بھی ایک بڑی نعمت تھی اسلئے اس قید سے حکم دیا گیا بازاری رڈیان  
 اور اوارہ عورتوں میں جہان اسکی قید نہیں ہے دیکھئے انکی اولاد کب  
 شریف شمار کی جاتی ہے۔ بلکہ وہ جس لقب کے مستوجب ہیں اسکو کریم  
 سمجھ کر تسلیم کیا گیا ہے اب مال زادی کہی جاتی ہیں گو گردش زمانہ دولت  
 کی وجہ سے اُسے کسی بلند سطح پر پہنچا دے۔ باقی مدارج چیمبر و غمر وغیرہ کچھ  
 قابل بحث نہیں ہیں لہذا خاتمہ فرسائی کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔

### چھٹا مباحثہ

یامی معاشرت روجین میں بہکو کوئی بحث کی ضرورت نہیں ہے۔ یہیب  
 اخلاق سے متعلق ہے۔ اور زیادہ اس میں زوجہ کے حسن اخلاق اور  
 اطاعت شوہری کو دخل ہے۔ کیونکہ زوجہ کو یہ سمجھنا چاہئے کہ میں اپنے  
 گھر سے توجہ تعلق ہو چکی۔ جہان میرے باب بھائی میرے ہر قسم کے  
 نازیرا اٹھاتے تھے اب میں جس شخص کے حوالہ ہوئی ہوں اُسکے گھر میں  
 مجھے اس طور پر رہنا چاہئے کہ سب مجھے سرانگھون پر بٹھائیں۔ اور یہ گھر بھی  
 آباد رہے۔ اور آبادی کسی گھر کی اور کسی قوم کسی ملک کی کیونکہ نہو بکالت نفی

قائم نہیں رہ سکتی۔ میں اس گھر میں اسی واسطے آئی ہوں کہ یہ گھر آباد رہے  
 کیونکہ مرد کی شادی عرف عام میں خانہ آبادی بھی کہلاتی ہے۔ پس مجھے کیا کرنا  
 چاہئے۔ اور یہ خیال ہرگز کی کو قبل شادی کے یہی پیش نظر رکھنا چاہئے۔ اور  
 جس وقت سے ہوش سنبھالے اُس وقت سے اس پر غور کرے۔ اور اپنے باپ  
 اور ما کے برتاؤ باہمی کو دیکھا کرے۔ کہ فلاں بات کیسی ہوئی جس سے خاندان  
 اور فلاں امر کے کرنے سے دادی بھڑکی۔ سب امان جان سے خوش  
 ہوئیں۔ پس جس میں کچھ بُرائی دیکھے اُس کے بُرائی سے عہد کر لے۔ کہ  
 میں ہرگز ایسا نہ کروں گی۔ جب اس طرح اپنے خیال میں وہ نچتے ہوگی تو اُس کو خود ہی  
 عقل راہبر ہوگی کہ غیر گھر میں اگر غصہ۔ خود سری۔ خود رائے۔ سرکشی۔ زبان بازی  
 حسد۔ بغض۔ نفاق۔ سب داخل حماقت ہے اور ان افعال کا نتیجہ یہ نکلیگا کہ  
 میں سب کی دشمن ہوئی۔ اور سب میری گھات میں رہیں گی۔ میری جفلی برابر  
 شوہر سے کھائی جائیگی۔ یہ سب اُن کے میں ایک شخص غیر کیونکہ حالت  
 میں سب کو سکون کی۔ جہاں مجھے اطاعت شوہری خدا اور اُس کے رسول کے حکم  
 سے فرض ہے۔ وہاں شوہری رضامندی اور نیر اپنے بچاؤ کے لئے انکی اطاعت  
 اور رضامندی بھی مصلحت و فرض ہے۔ ورنہ یہ ہر گز مستہ یعنی سبسا یا گھر کھڑک جائیگا

یامین ہی دودھ کی مکھی کھینچ جدا پھینک دی جاؤ گی۔ پس یہ سمجھ کر بچا اور بچیا  
 سب کی حکمتیں اپنے اوپر اٹھالے اور اپنے آپ کو کچھ دنوں کے لئے گھورا  
 بنالے گا اس میں کس قدر راجد سے زیادہ کوفت یا سوخت ناواجب بھی ہو جب  
 بہت گلیاں تو چراغ کے مال پر اپنا حال قیاس کر لے کہ جب یہ جلتا تو  
 گھر میں روشنی ہے۔ اگر یہ جلتا نہ قبول کرے تو گھر کو روشن نہیں کر سکتا۔ اور  
 اس پر بھی غور نہ کرے کہ شوہر کو میں نے اپنے حسن و جمال سے یا حسن خدمت  
 سے اپنا صلیح کر لیا ہے۔ اگر میں چاہوں تو ابھی سب کو چھوڑ کر مجھے لکڑی  
 پر جاتے ہیں۔ اس میں بڑی قیامت تو یہی ہے کہ شوہر صاحب اگر کہیں  
 دوسرے بکھرے میں پھنسنے تو پھر ہاں تنہا اپنے نصیبوں پر رونے  
 سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ اور اگر نہ پھینکے تب بھی تمام کنبے کے لوگ جو  
 ہر وقت لگائی بچھائی کرتے رہیں گے۔ کب تک موثر نہ ہو گی۔ اور یہ بھی کچھ  
 بعید نہیں ہے کہ میں بھینسا نیکی بھی نہ کر گیا ہے عورت پر بد چلتی وغیرہ کا اتہام  
 رکھا جائے۔ جس کا نتیجہ بہت ہی برا ہو۔ لہذا اس کی مصلحت اسی میں ہے کہ تحمل  
 بے انتہا ہر بات میں اختیار کرے اور بے کی اطاعت کرنی چلی جائے۔ اور  
 کبھی شوہر سے اس کے گھر والوں کی شکایت نہ کرے۔ اور نہ کبھی اس کے خود کے افعال کی

اگر اتنا ضبط عورت کر جائے تو میں جتنی طور پر کہہ سکتا ہوں کہ تمام شوہری خاندان میں وہ  
چند ہی روز میں مثل جان کے عزیز ہو جائیگی۔ اور ہر شخص اُسکے حکم کا منظر ہو جائیگا۔  
اسوقت میں بھی اُسی حد پر اُسے قائم رہنا چاہئے۔ جس میں اب کچھ تکلیف اور آزار ہے۔  
بلکہ سب اُسکا دل اپنے ہاتھوں میں لئے رہینگے۔ تھوڑے سے صبر اور حکم کا  
نفع ہمیشہ اچھا دیکھا گیا ہے۔ اور خصہ اور حرص اور حسد اور زبان درازی اور غیبت  
وغیرہ میں ہمیشہ ضرر اور نقصان اور سب کی نظروں سے گر جانیکے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہے۔  
باقی امر میں جو نصائح صاحب رسالہ نسوان نے تفصیلی طور پر کہے ہیں اور میں  
مرد کو اپنی روجہ کے ساتھ نیک سلوک اُس حد تک رکھنا چاہئے کہ وہ مرد کے  
خلاف مرضی کسی کام کے کوٹھنٹھے پر دلیر نہ ہونے پائے۔ پہلے ہی اُس سے  
اس طرح کا بڑا ورکھنا چاہئے۔ کہ گو سختی نہ ہو لیکن رعب و اب اسطو کا اُس پر  
چھا جائے کہ اُسکو بغیر اجازت کہیں جانے یا کسی غیر خاندان سے ملنے کی  
جہرت نہ ہو۔ جھڑکوں سے کھڑکیوں سے جھانکنا کوٹھے پر ایسی جگہ جہاں قباتی  
دیوار پردہ کی کافی نہ ہو دنگو جانا قطعاً روکا جائے۔ کیونکہ یوں رفتہ رفتہ یہی  
بڑی عادتیں بڑھتی ہیں۔ اور آخر کو اُس حد سے متجاوز ہو جاتی ہیں جو پردہ  
اور عفت کے بچاؤ کے لئے مقرر کی گئی ہے۔ ہر سعید اور شریف مرد کو اپنی

والدہ کے ساتھ تو نہایت ہی خدمت گزاری کیا کرتا و عموماً ہوتا ہی ہے لیکن شادی ہونیکے بعد اُسکو اور بھی اطاعت اور فرمانبرداری اپنی والدہ اور بڑے بھائیوں کی اور چھوٹے بھائی اور بہن کے ساتھ ہمیشہ سے زیادہ محبت ظاہر کرنی چاہئے۔ اور ہمیشہ قبل اس کے کہ بیوی صاحبہ سے کسی باہمی نزاکت کی جیسی ساس بہو۔ نندون۔ بھاء جون۔ اور دیورانی۔ چھٹانی میں معمولاً ہوا کرتی ہے نوبت آئی۔ اپنی عورت پر اپنے برتاؤ سے یہ ثابت کر دینا چاہئے کہ گویا ہم یہ سب اور ہم ان میں سے کسی سے بھی جدا نہیں ہو سکتے۔ اس طریقہ کی اثبات سے فائدہ یہ نکلیگا کہ بیوی صاحبہ کو جراث ان سے مقابلہ اور تو تو میں میں کی نہوگی۔ بلکہ بروقت یہ خیال رہیگا کہ ان سے اگر کچھ بھی بگاڑیو تو میرا شوہر مجھ سے ناراض ہو جائیگا۔ اور یہ دباؤ اکثر اُنکو بجا اور بجا ہر قسم کے تحمل پر مجبور کریگا۔ اسکی نزکیب یہ ہے کہ کبھی بھولے سے انہیں سے کسی شکایت زوجہ کے سامنے نہ کیجائے۔ بلکہ شفقت اور محبت کا اظہار اپنے ساتھ اور اپنی اطاعت کا انکے ساتھ ہمیشہ موقع موقع سے کرنا رہے۔ اور بقول۔ گفتہ آید و رحمت دیگران۔ اگر کسی دوسرے پر ڈھالکر بھی اس امر سے سخت ناپسندیدگی ظاہر کیجائے کہ بعضے مرد کمبخت ایسے ہوتے ہیں کہ شادی ہو

باب بھائیوں اور بہنوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اگر عقل کا زور دیکھا جائے تو ہمیشہ  
 جو چیز آسانی سے خواہ تھوڑی خرچ ہو مل سکتی ہے اُسکے نسبت دشوار یا بجزیر جو مشکل  
 اور بہت خرچ ہو مل سکتی ہے زیادہ حفاظت سے اور غیز رکھنے کے قابل ہے۔ علی ہذا جن  
 کا بدل ملنا کی طرح چاہے تمام دنیا کی خاک چھانی جائے۔ لاکھوں کروڑوں روپیہ کا  
 خرچ بھی گوارا کیا جائے ممکن نہ ہو۔ وہ سب سے زیادہ غنت کے قابل ہے۔ مثلاً  
 جان یا آبرو وغیرہ۔ جو شخص اتنا سمجھ سکتا ہو وہ ضرور اس امر کو بھی تسلیم کر لے گا کہ کیا  
 حقیقی بھائی بہن یہ بھی ایسی ہی چیز ہیں جن کا بدل نہیں مل سکتا۔ بڑی نادانی کی  
 بات ہے کہ جو روکے پیچھے مرد اُن سب کو چھوڑ دے۔ خصوصاً ما کو جس کا ایک  
 حق تو ہمیشہ پیٹ میں رکھ لیا۔ اور تکلیف اور دروزہ کا کسی خدمت وغیرہ کرنے سے  
 گوارہ کسی انہما درجہ کی حد تک کیون نہ کیجائے اولاد سے اوہی نہیں ہو سکتا۔  
 والدین کا مرتبہ یہ ہے کہ انکی رضا مندی سے خدا رضا مند ہے۔ انہیں سکے  
 قدم کے نیچے جنت ہے۔ انکی ناراضی سے خدا ناراض ہے۔ اور سوائے دوزخ  
 کہیں ٹھکانا نہیں ہے۔ اگر کسی ذات اس پر بھی وہ نیکی شکایت کرے اور وہ بگڑا  
 عین درست اور حق بجانب ہو تو فہمائش کے طور پر صبر کی نصیحت کرے۔ کہ اگر وہ ہکو  
 بھی ایسا ہی سخت کلمات سے سرفراز نہ آئیں یا بقصورتی مان مارتیں تو ایسے موقع پر

ہم کو سوا سر جھکا دینے کے کیا چارہ تھا۔ اور یہی سعادتمندی کہ وہ دنیا میں سعید بناتی  
اور عاقبت میں باعث نجات ہوتی۔

اور اگر اس طرح سے بیوی صاحبہ کی شکایت ہو تو اپنی بیاری چھوٹی ہنوں کو سمجھا کہ  
میں تم سے بڑا ہوں۔ اگر ایک امر میں تم پر غصہ کروں تو تم کو نواہ خواہ بھی برداشت کرنا پڑے  
بس اس میں بھی صبر کرو کیاتم پاپنی ہو کہ تمہاری بھائی اور بھاج میں رنج ہو۔ اگرچہ وقت  
تمہاری بد بخش شکوہ ایکے پسند پر آمادہ کر لگی۔ لیکن یہ تو سوچو کہ اس میں آیا تمہارے  
بھائی کا گھر آباد ہو گا یا خراب اس پر بھی میں انکو سمجھا دوں گا۔ اور بڑو کی شکایت کا ایک  
دو مرتبہ تو کچھ جواب ہی نہ دے کہ ادب اور حیا کے خلاف ہے۔ اور بڑا زائد قصور و عافیت کرنا ہے۔  
اگر قصور بجانب زہر ہو تو انکو سہلے آہستگی سے روکے اگرچہ آئندہ ایسا ہو تو چشم نمائی کریں۔  
اور اپنی سخت ناراضی ظاہر کرے۔ اگر قصور دوسری جانب ہو تو مال جا اور جہاں مر رہو تو ہفتہ  
آہستگی سے جواب دے کہ جی آپ ہمارے حاکم ہیں تو انکے بھی ہیں یہ بجا یا انہیں اٹھانا  
چاہئے یہ نہ لایا ہی ہو جو مقابلہ کیا جاتا ہے مجھے جو حکم ہو تعمیل کروں جیسے آپ کی پہلے مرضی  
تھی میں اسی پر راضی ہو گا اب بھی میں اسی پر راضی ہوں بلکہ اس پر کہ بد مزاجی ہو جی بڑا شریف  
خاندان کی ساس بہو کو بالکل چھوڑ نیکی رائے نہ دیگی۔ ناچار سکوت کر لگی۔  
غرض سوا ان دونوں سخت مرطون کے کہ ایک متعلق عفت ہی اور دوسرا متعلق عفت

نفاق جو بالآخر باعث تباہی خاندان ہوتا ہے۔ اور کسی امر میں سخت تعرض نہ کرے۔ جو کچھ  
 بیچ خانہ داری کا بطور معین یا غیر معین انکے سپرد کرے۔ اُس میں خبررسی اور سخت گیری  
 یا حساب کالینا کہ ضرور نہیں ہے۔ صرف اسراف وغیرہ کا نگران بنانا ہی بطور توبہ ہے۔  
 اور بحالت اسراف یا بد انتظامی خانہ داری تعلیم کے طور پر اصلاح کرے۔ اور سلف خانہ  
 سکھاوے۔ حسن سلوک عورات کے ساتھ ایک بہت عمدہ چیز ہے لیکن اُسکے حدود یہ ہیں۔  
 یا اُسکے قریب قریب اس سے زیادہ زیادہ ہی اور اپنے آپ کو اور عورت کو اور کام گھر کو خراب  
 کرنا ہے۔ راحت رسانی اور اچھا کھانا اچھا پہنانا اور ہمیشہ کناہہ پیشانی سے عیش  
 عشرت کے ساتھ بسر کرنا اُسکی دل شکنی بشرطیکہ حدود متذکرہ بالا سے متجاوز  
 نہ ہو کی طرح جائز نہیں ہے۔ اسکا خوب خیال رکھے کہ کسی طرح خرچ وغیرہ  
 کی طرف سے اُسکو تنگی نہ ہو۔

آخر میں سیری یہ دعا ہے کہ خدا جلہ اسلام بھائیوں کو اور  
 جملہ مسلمان بویوں کو ایسی توفیق دے کہ آپس میں حسن سلوک  
 کے ساتھ نباہ کرتے رہیں۔ اور طرق اور عقاید اسلامی پر جو سخت نفرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلیمات صحابہ اور اہلبیت رضوان اللہ علیہم و  
 سلام اللہ علیہم تک اور پھر سلسلہ سلسلہ ذریعہ علماء کرام ہم



ہوئے ہیں ہم کو استقامت اور حسن ثبات نصیب فرمائے  
 اللَّهُمَّ افْتَحْ مَسَامِعَ قُلُوبِنَا بِذِكْرِكَ وَارْزُقْنَا  
 طَاعَتَكَ وَطَاعَتَ رَسُولِكَ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَمَلًا  
 يَلْتَابُكَ آمِينَ

آمین  
 آمین

# صحت نامہ سالہ انصاف

نشان صفحہ	مراحت ط	غلط	م	نشان صفحہ	مراحت ط	غلط	م
۱	۱	ان ارجشہ	۱۴	۵	۵	دینا کمر	۸
۲	۱۰	مٹھوک	۱۹	۲	۲	مقصود خبر	۷
۳	۵	سہل ست	۱۹	۷	۷	ضخ	۶
۵	۵	یہ	۲۰	۲	۲	بھی	۵
۶	۱۰	عفت	۲۰	۲	۲	سمن	۴
۷	۳	خالہ زاد یا	۲۰	۱۰	۱۰	ون کتب	۳
۸	۱۰	جرت	۲۲	۹	۹	آرام ہو آب	۲
۹	۱۲	جرت	۲۳	۱۵	۱۵	احول	۱
۱۰	۱۵	لڑکوں	۲۴	۱۰	۱۰	اجماع	۰
۱۰	۳	اوسنگی	۲۵	۴	۴	ماتیں کی گئی	۹
۱۰	۵	مضامین انکے	۲۵	۱۳	۱۳	بنانے سے قدر	۸
۱۰	۱۵	شیطانی سے	۲۵	۱۴	۱۴	چلے گا	۷
۱۱	۱۴	اگر	۲۸	۱۳	۱۳	جھا	۶
۱۲	۳	لوح محفوظ ہے	۲۸	۱۳	۱۳	اوپر طرہ	۵
۱۲	۲	دے رہی ہے	۲۹	۲	۲	مخرقات	۴
۱۲	۱۱	ضامن	۲۹	۱۰	۱۰	عام و عام فہم	۳
۱۳	۱۱	تجربہ گزار کیا گیا ہے	۳۰	۸	۸	آپ تردید	۲
۱۵	۷	معافی	۳۰	۱۵	۱۵	بھی مانگی	۱

نشان صفحہ	حرف اول	خط	نشان صفحہ	حرف اول	خط	نشان صفحہ	حرف اول	خط
۲۱	۲	پہلے	۵۱۳	۸	پھنکن	۲۱	۲	پہلے
۳۲	۸	ایک نوع	۵۱۴	۱۲	زجہ	۳۲	۸	ایک نوع
۳۷	۵	ضاحین	۵۱۷	۱۵	زنگی	۳۷	۵	ضاحین
۳۵	۶	جب سے	۵۵	۳	دینو جہ پہر	۳۵	۶	جب سے
۳۶	۶	ماخوذ	۵۵	۵	انکی	۳۶	۶	ماخوذ
۴۱	۹	امت	۵۵	۷	زجہ	۴۱	۹	امت
۳۹	۲	ابھی	۵۷	۱۰	والضریحین	۳۹	۲	ابھی
۳۹	۱۰	بھی	۵۸	۱	بھی اخوا تھیں	۳۹	۱۰	بھی
۴۲	۱۲	لاہرہ	۵۹	۴	انکا	۴۲	۱۲	لاہرہ
۴۳	۷	اور دینی دنیوی	۶۰	۱۴	سنلینی	۴۳	۷	اور
۴۴	۳	شعر	۶۰	۸	آسانی	۴۴	۳	شعر
۴۴	۴	کتاب	۶۲	۱۰	بھی	۴۴	۴	کتاب
۴۵	۱۰	اڑے	۶۲	۱۱	نہ ٹھلین	۴۵	۱۰	اڑے
۴۶	۴	متخفہ	۶۳	۳	چشم سد	۴۶	۴	متخفہ
۴۸	۶	کر لگی	۶۴	۶	واللبون	۴۸	۶	کر لگی
۵۱	۸	مضمون کو	۶۴	۷	طیہ	۵۱	۸	مضمون کو
۵۲	۲	بیای	۶۴	۱	دنیا کے	۵۲	۲	بیای
۵۳	۱۴	جانتے والے	۶۶	۱	مقرہ	۵۳	۱۴	جانتے والے
۵۳	۱۴	آکے	۶۶	۱۰	جرات	۵۳	۱۴	آکے

نشان صفحہ	حزب	علاقہ	نشان صفحہ	حزب	علاقہ	نشان صفحہ	حزب
۶۷	۱۲	فرمانی	فرمانی	۱۲	۵	یواخذ	۵
۶۸	۱	گہنوں	گہنوں	۱	۶	وَلَا كُنْ	۶
۶۸	۳	رکھنی	رکھنی	۳	۱۰	یہ بھی	۱۰
۷۱	۴	مرد کے لبتانی	مرد کے لبتانی	۴	۸۸	بھی	۸۸
۷۱	۱۰	ہی	بھی	۱۰	۱۵	پرو	۱۵
۷۱	۱۰	بگاز	بگاز سے	۱۰	۸۹	پرو	۸۹
۶۹	۶	زینتھن	زینتھن	۶	۹۰	بال	۱۳
۷۱	۱۲	گھٹنوں	گھٹنوں	۱۲	۹۱	فِي الدِّينِ	۴
۷۰	۴	ممنون	ممنوع	۴	۱۱	آ	۱۱
۷۱	۶	حسن	حسن	۶	۹۳	بیوتھن	۱۱
۷۱	۷	پیر زال	پیر زال	۷	۱۳	صلوا	۱۳
۷۱	۱۲	حسن	اندرونی حسن کے	۱۲	۹۴	محمد ع	۴
۷۳	۱۰	بغض ظاہر	بغض ظاہر	۱۰	۹۶	بیوتھن	۱
۷۵	۴	زبانی	زبانی	۴	۹۸	کے	۱۴
۷۹	۹	اور	اور	۹	۱۰۰	یہی	۱۲
۸۳	۸	اور	اور	۸	۱۰۱	صالح	۳
۸۵	۱۵	علم فہم	علم فہم	۱۵	۱۰۲	اور	۸
۸۶	۳	علم فہم	علم فہم	۳	۱۰۲	صورہ سو	۹
۷۱	۶	علم فہم	علم فہم	۶	۱۰۴	اراذل	۵

پرو  
وَرِيدُ اللَّهِ بَلِّغِ الْبَشَرَ

نشان صفحہ	صفحہ	علاقہ	نشان صفحہ	صفحہ	علاقہ	نشان صفحہ	صفحہ
۱	۱۰۵	۲	۵	۱۲۱	۱	۱	۱۰۵
"	"	"	"	۱۲۳	۲	۲	"
"	"	۱۳	"	۱۲۳	۳	۳	"
۱۰۵	۶	عورت کے	۶	عورت کا	۴	۴	۱۰۵
۱۰۶	۱۱	وغیرہ	۱۱	وغیرہ	۵	۵	۱۰۶
۱۰۸	۱۰	روم	۱۰	روم	۶	۶	۱۰۸
۱۰۹	۱۵	ہو سکتا	۱۵	ہو سکتا	۷	۷	۱۰۹
۱۱۰	۱۴	فرائے	۱۴	فرائی	۸	۸	۱۱۰
۱۱۱	۱۰	من ہم	۱۰	من ہم	۹	۹	۱۱۱
۱۱۲	۱	مبتلغ	۱	مبتلغ	۱۰	۱۰	۱۱۲
۱۱۴	۳۰	لڑائیوں	۳۰	لڑائیوں	۱۱	۱۱	۱۱۴
۱۱۴	۷	کھیت	۷	کھیت	۱۲	۱۲	۱۱۴
۱۱۵	۱۳	رہتے ہیں	۱۳	رہتے ہیں	۱۳	۱۳	۱۱۵
۱۱۷	۵	زادی کہی جاتی	۵	زادے کہے جاتے ہیں	۱۴	۱۴	۱۱۷
"	۴	رومیں	۴	رومیں	۱۵	۱۵	"
۱۲۰	۱	و	۱	وہ	۱۶	۱۶	۱۲۰
۱۲۰	۱۳	یوں فخر فرمائی	۱۳	یوں ہی فخر فرمائی	۱۷	۱۷	۱۲۰
"	۱۵	مرد کو	۱۵	مرد کو	۱۸	۱۸	"
۱۲۱	۲	بگاڑو	۲	بگاڑو	۱۹	۱۹	۱۲۱